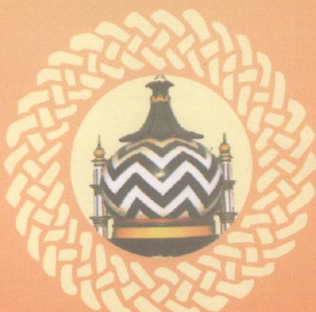
(100 سالہ عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر خصوصی اشاعت)

تذکرہ

مولانا سید ریاست علی قادری

بانی: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا



مرتبین

منظور حسین جیلانی

محمد امتیاز فاروق

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ)

تذکرہ

مولانا سید ریاست علی قادری

بانی: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، پاکستان

مرتبین

منظور حسین جیلانی

محمد امتیاز فاروق

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان

25-دوسری منزل، جاپان مینشن، ریگل چوک، صدر، کراچی-74400

(۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء)

اشاعت بموقع صد سالہ عرسِ رضوی...... ۱۳۴۰ھ تا ۱۴۴۰ھ
امام احمد رضا کانفرنس، کراچی ۲۸/مارچ ۲۰۱۹ء

نام .... ناشرِ رضویات
مرتبین .... منظور حسین جیلانی
محمد امتیاز فاروق
سنہ اشاعت...................... ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۹ء
طباعت .... ایک ہزار
حروف ساز .... وامق انصاری 0300-2393 848
ناشر...................... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا
ہدیہ ....

ملنے کا پتہ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) انٹرنیشنل پاکستان
25-دوسری منزل، جاپان مینشن، ریگل چوک، صدر، کراچی - 74400
فون:+92-21-32725150 فیکس:+92-21-23732369
ای میل:imamahmadraza@gmail.com
ویب سائٹ:www.imamahmadraza.net

جسٹس (ریٹائرڈ) نعیم الدین احمد

(چیف الیکشن کمشنر آف پاکستان)

مرحوم (جناب سید ریاست علی قادری) نے حضرت امام مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے عوام الناس کو روشناس کرانے کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ان کی دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں جو ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا قیام ہے جو کہ دنیا بھر میں علم و ادب کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مشغول ہے۔ پاکستان ایک عالم دین، سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت امام احمد رضا بریلوی کے ایک شیدائی سے محروم ہوگیا۔ (تعزیتی مکتوب جنوری ۱۹۹۲ء)

جسٹس میاں محبوب احمد

(چیف جسٹس، لاہور ہائیکورٹ لاہور)

دنیا میں بہت سے وجود ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اثر پذیری اور پاکیزہ تاثر کی صفات حسنہ سے متصف ہوتے ہیں۔ ان کی فکر و نظر اور اداء و اعمال ایک یادگار اور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی قبیل کی ایک نامور شخصیت مولانا ریاست علی قادری مرحوم تھے۔ (تعزیتی مکتوب محررہ ۴ جنوری ۱۹۹۲ء لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مشمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

منظور حسین جیلانی

(مشیرِ خاص، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا)

آج جب کہ ادارہ 'اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے صد سالہ عرس شریف کے موقع پر ان کی دینی و علمی خدمات اور ان کے روشن افکار و نظریات کو عالمی سطح پر خراجِ تحسین پیش کرنے جا رہا ہے، ضروری تھا کہ اس موقع پر اُن پُر خلوص ہستیوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا جائے جن کی ساری زندگی تعلیماتِ رضا کو عام کرنے میں گزری۔ جو عمر بھر دامے درہمے قدمے سخنے اسی مشن میں لگے رہے کہ فکرِ رضا کا حقیقی جلوہ دنیا کے سامنے احسن انداز میں پیش کیا جائے۔

ان چنیدہ ہستیوں میں مولانا سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرِ فہرست ہے۔ انہوں نے امام احمد رضا کے اُس بیش بہا دینی و علمی ورثہ کو جو کہ ایک طویل عرصے تک منظرِ عام پر نہ آسکا تھا' نا صرف جد و جہد کر کے حاصل کیا بلکہ اسے احسن انداز میں زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے عالم اسلام کے مقتدر حلقوں میں پہنچایا۔ سید صاحب نے اس دینی و علمی کام کے سلسلے کو مسلسل جاری رکھنے کی غرض سے ۱۹۸۰ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی بنا ڈالی اور پھر اپنے رفقاء

کرام جن میں علامہ مفتی تقدس علی خاں، علامہ شمس الحسن شمس بریلوی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد جیسے صاحبِ علم وفن قابل ذکر ہیں، کے تعاون اور مشاورت سے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۸۶ء میں اس ادارہ کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرا کر مخلص احباب پر مشتمل اس کی ایک مجلس انتظامیہ تشکیل دے دی گئی۔ جب سے اب تک ۴۰ رسال کا عرصہ ہوگیا کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، سید صاحب کے خوابوں کی تعبیر بن کر عالمی سطح پر علمی و تحقیقی خدمات انجام دے رہا ہے۔ جس کی تفصیلات امسال الگ سے کتابی صورت میں شائع کی گئی ہیں۔

اگرچہ ادارہ، سید صاحب کے سانحۂ ارتحال کے موقع (۱۹۹۲ء) پر ایک تعزیتی رسالہ ''صاحبِ فیض رضا'' شائع کر چکا ہے جس میں ملک و بیرون ملک کے مختلف حلقوں کی جانب سے انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا تھا لیکن فکر رضا کے حوالے سے ان کی گرانقدر خدمات کے سبب صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت پر منعقدہ ''امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۱۹ء'' کے موقع پر ایک بار پھر ان کی خدمات کے اعتراف میں پیش نظر رسالہ ''ناشر رضویات'' شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے جس میں مقتدر اہل علم و بصیرت کے منتخب مضامین و تاثرات شامل کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس پر خلوص کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ناشر رضویات مولانا سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند سے بلند فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے پودے جواب ایک تن آور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے، کو دن دونی رات چوگنی ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

امین معارف رضا، سید ریاست علی قادری

از: علامہ شمس الحسن شمس بریلوی
(سابق صدر مدرس، دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف)

نام نیک رفتگان ضائع مکن
تا بماند نام نیکت برقرار

اسی جذبے نے سید ریاست علی قادری بریلوی مرحوم کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ امام احمد رضا قدس اللہ سرہ کی اس شخصیت کو نمایاں کر دیں اور ان کے پیکر علم وفطنت کے تمام پہلوؤں کو لوگوں سے منوائیں جن پر تعصب نے بہت سے دبیز پردے ڈال دیے تھے اور ان کو برصغیر پاک وہند کا صرف ایک بلند پایہ نعت نگار شاعر ہی سمجھنے پر التفا کی جاتی تھی بلکہ اردو ادب میں ان کے اس مقام کو بھی تسلیم کرنے میں بخل سے کام لیا گیا۔

سید ریاست علی قادری مرحوم کو اس راہ میں تیز رو بنانے میں بہت سے عوام نے کام کیا، خاص طور پر جب انہوں نے ''کلام رضا کا تنقیدی اور ادبی جائزہ'' کو کامیابی سے ہمکنار پایا اور خواجہ تاشان رضویت کو اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان پایا۔ چنانچہ انہوں نے محدث وفقیہ اعظم شاہ احمد رضا خاں قادری کے بھرپور تعارف کے لیے ایک ادبی اور علمی مجلّہ کی اشاعت کی بنیاد ڈالی۔ اس وقت ان کے ہم خیال یا ان کے رفقاءِ کار میں صرف یہ دو ہستیاں تھیں

ناچیز شمس بریلوی اور مولانا اطہر نعیمی صاحب جو اس مجلّہ کی دوسری اشاعت کے بعد اس سے تعلق کو قائم نہ رکھ سکے۔ سید صاحب مرحوم بڑی ہمت والے فرد تھے۔ اسلامیہ کالج بریلی سے صرف ہائی اسکول پاس کرنے کے بعد وطن مالوف بریلی کو ترک کر کے والدین کی محبت میں کراچی پاکستان آگئے اور محکمہ ٹیلیفون میں ملازمت کو ذریعہ معاش بنالیا۔

کون کہہ سکتا تھا کہ ایک معمولی استعداد کا فرد اس قدر بلند ستارے پر کمند ڈالنے میں کامیاب ہوسکتا ہے؟ ان کو امام احمد رضا سے عقیدت اور شیفتگی ورثہ میں ملی تھی۔ ان کے والد ماجد سید واحد علی صاحب بریلوی مرحوم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مخلص اور جاں نثار عقیدت مندوں میں سے تھے۔ میں جب دار العلوم منظر اسلام (بریلی) سے وابستہ تھا تو میں نے بارہا یہ مشاہدہ کیا کہ سید واحد علی صاحب علی الصبح امام احمد رضا قدس اللہ سرہ کے مزار فائز الانوار پر فاتحہ سے فراغت کے بعد متعلقین دودمان رضا سے محو گفتگو ہیں' ہر ایک فرد کی خیریت دریافت کر رہے ہیں اور جب تک بریلی میں ان کا قیام رہا یہ روش انہوں نے ترک نہ کی۔ سید ریاست علی قادری صاحب مرحوم کی سرشت میں یہی عقیدت مدتوں تک پروان چڑھتی رہی اور اسی جذبے کے تحت وہ والا مرتبت مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے کہ رشتہء ارادت مزید استوار ہو جائے۔ بعد میں مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے انہیں اپنی خلافت سے بھی سربلندی عطا فرمائی۔

بہرحال سید ریاست علی قادری مرحوم نے معارف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو پاکستان کے لاکھوں عوام تک پہنچانے کے لیے اپنے مکان نارتھ کراچی

میں ایک ادارہ بنام ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا قائم کیا اور میری تجویز پر اس سالانہ مجلّہ کا نام ''معارف رضا'' رکھا جواب ماشاء اللہ اس برصغیر پاک و ہند میں معارف رضا پر ایک جامع اور مستند سالنامہ کی حیثیت سے روشناس ہے۔

ابتداء کار میں ریاست علی قادری مرحوم کو بھی بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ناچیز شمس بریلوی دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح سے ان کی تعاون پر کمر بستہ رہا۔ شاید یہی فرض شناسی تھی کہ مرحوم قطع نظر رابطہ شاگردی اور اُستادی تادم مرگ میری تکریم و تعظیم میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہے بلکہ میری تند مزاجی کو بھی وہ ہنس ہنس کر گوارا کرلیا کرتے تھے اور میں ''ناز برآں کہ خریدار تست'' کے مصداق اس راہ میں کبھی کبھی حد سے آگے قدم رکھ دیا کرتا تھا۔ ہائے افسوس، صد افسوس! کہ اب وہ مخلص و محبّ میرے ناز اُٹھانے والا موجود نہیں ہے۔

خدا رحمت کند ایں مرد مان پاک طینت را

سید ریاست علی قادری مرحوم شبانہ روز محنت سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو ایک عالمی شہرت گیر ادارہ بنانا چاہتے تھے اور ان کا مقصد خاص یہ تھا کہ اس ادارے کے ذریعے امام احمد رضا جیسے نابغہ روزگار فقیہ و محدث کی تصانیف منظر عام پر لاکر یہ ثابت کریں کہ امام احمد رضا کو محض ایک نعت نگار سمجھنے والے کس قدر جہل و نادانی میں مبتلا تھے۔ میں ہر منزل اور راہ پر ان کے ساتھ رہا۔ مجلّہ معارف رضا کے لیے مضامین کی نگارش کے ساتھ ساتھ دوسرے حضرات سے مضامین کا حصول کتابت کے مرحلہ پر کاتبوں کی نایابی اور ان کی ناز برداریاں، پھر طباعت کی منزل ان سب مرحلوں پر میں نے ان کو کبھی مایوس نہیں کیا۔

معارف رضا کے دو تین سالناموں کے اجراء کے بعد ہی اس کو ایک باقاعدہ تنظیم کے تحت لایا گیا۔ ادارے کے سرپرست حضرات کا انتخاب، ادارے کے اراکین کا تعین، ادارے کا رجسٹریشن اور ادارے کے لیے ایک جداگانہ مقام کہ اب تک ادارہ سید صاحب مرحوم کے مکان کے ایک در میں موجود تھا۔ ان تمام امور کو سید صاحب مرحوم نے بڑی تندہی اور دلجمعی سے انجام دیا۔ سالانہ کانفرنس کی بنا ڈالی گئی اور کراچی کے معتبر مشہور اور شاندار ہوٹلوں میں سے کسی ایک میں ہر سال اس جلسۂ عظیم کا انعقاد ہونے لگا۔ مجلّہ کی تیاری کے ساتھ ہی ساتھ حضرت امام احمد رضا پر تحریری مواد کی فراہمی اور ان کی طباعت بھی اس سلسلہ میں ایک عظیم مرحلہ تھا۔ سید صاحب کی قدم قدم پر اللہ تعالیٰ نے اس راہ میں مدد فرمائی اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم اس مشکل کام کو ہر سال آسان سے آسان تر بناتی گئی۔ اس راہ میں سید ریاست علی مرحوم کو کچھ مخلص ایسے مل گئے جنہوں نے ان سے بھرپور تعاون کر کے ادارے کو مضبوط مالی پشت پناہی سے ہمکنار کر دیا، محترمی سید وجاہت رسول صاحب قادری، پروفیسر مجید اللہ صاحب حشمتی قادری اور منظور حسین جیلانی صاحب بریلوی کا تعاون بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ادارہ ان حضرات کی مساعی جمیلہ اور سید صاحب کی لگن اور بے پناہ جذبہ کی سرشاری سے بہت جلد ایک شاندار ادارہ بن گیا جہاں سالانہ اجلاس کی صدارت اور خصوصی مہمان کی حیثیت سے پاکستان کی عظیم شخصیتیں ان ذمہ داریوں کو قبول کرنے لگیں اور صورت حال اس کامیاب نہج پر پہنچ گئی کہ جس مشہور شاندار ہوٹل میں یہ سالانہ کانفرنس (جلسہ) منعقد ہوتا وہ خواجہ تاشان رضویت سے کھچا کھچ بھر جاتا اور تنگی

داماں کی شکایت پیدا ہو جاتی۔

ادھر سید صاحب مرحوم کی کوشش اور ان کے رفقاء کار کی حمایت وتعاون سے سالانہ مجلّہ معارف رضا کے ساتھ ساتھ ہر سال چند کتابیں اس نابغہ روزگار شخصیت کے فضل وکمال کے مختلف گوشوں کو اُجاگر کرتی ہوئی منصۂ شہود پر لائی جاتی ہیں جو بغیر کسی قیمت کے جلسے میں تقسیم کردی جاتی ہیں۔ اس مد میں مشہور قلم کار پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب (سابق سکریٹری محکمہ تعلیمات حکومت سندھ) کی خدمات لائق صد تحسین ہیں کہ ہر سال اس کانفرنس کے موقع پر امام احمد رضا قدس اللہ سرہ پر ان کی نگارشِ نو منصۂ شہود پر آتی اور لوگ اس نابغہء روزگار سے متعارف ہوتے چلے گئے جس کو معاندین نے فراموش کرادینے کے لیے بغض و عناد کے تہ بہ تہ پردے ڈال دیے تھے اور ان کو صرف ایک نعت نگار شاعر تک محدود ومحصور کردیا تھا۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی مطبوعات نے اس عبقری دوراں کی شخصیت کو روشناس کرانے میں کلیدی کردار انجام دیا ہے اور اس اہتمام کا سہرا سید ریاست علی قادری مرحوم کے سر ہے۔

راقم الحروف شمس بریلوی کئی سال تک اس خدمت میں سید صاحب مرحوم کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ خود میرے قلم سے امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول و دوم ترتیب پائیں، علم فلکیات پر مبنی قصائد رضوی کے تقریباً اسی (۸۰) اشعار کی تشریح کی، ہر سال مجلّہ معارف رضا کے لیے بھی سعی نگارش بجالاتا ہوں اور اس کو اپنا ایک فرض سمجھتا ہوں۔ خود سید ریاست علی قادری صاحب مرحوم کا دامن ان مساعی کی بدولت فیض رضا سے خالی نہ رہا اور وہ معارف رضا کی نگارشات امام

احمد رضا کی تصنیفات کی طباعت اور مختلف علوم پر امام احمد رضا کے حواشی کی اشاعت کی بدولت ایک اچھے مضمون نگار، ایک بالغ نظر ادیب بن گئے چونکہ سالانہ کانفرنس میں خطبۂ استقبالیہ اور خطبۂ صدارت سید صاحب موصوف کو تحریر کرنا پڑتا تھا اس کی بدولت ان کے قلم میں اور انداز بیان میں صفائی اور معارف رضا پر دقیقہ سنجی پیدا ہوتی چلی گئی اور اسی عقیدت وارادت کا یہ صلہ ہے کہ ان کے مرگ بے ہنگام پر رسائل میں اور اخبارات میں متعدد حضرات نے اظہار تاسف کیا، اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں بھی جلسے ہوئے اور ان کو ان کی شاندار خدمات پر خراج عقیدت پیش کیا گیا اور چونکہ انہوں نے ایک عظیم شخصیت بلکہ ایک عظیم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند وبالا کرنے میں بے حد مساعی انجام دی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا یہ صلہ عطا فرمایا کہ ان کو سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں سے زائد افراد نے خراج عقیدت پیش کیا اور ان کو ایک عامی کی صف سے نکال کر ایک عالم کی صورت میں روشناس کرایا۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ ؎

نام یک رفتگان ضائع مکن

تا بماند نام نیکت برقرار

کشتہ شمشیر عشق

(مولانا سید ریاست علی قادری)

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایڈیشنل سکریٹری، وزارت تعلیم حکومت سندھ)

ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے اور اس کام کے آغاز کا جس کے سر سہرا باندھا جاتا ہے اسی کو یہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے جس کو چاہے نواز دے۔ انسان کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کسی کام کے لیے منتخب کیا جائے گا پھر جب منتخب کرلیا جاتا ہے تو اس کام کی تکمیل کے لیے اس کو ذہنی صلاحیتوں اور عملی توانائیوں سے نواز دیا جاتا ہے۔ قدم قدم پر توفیق الٰہی شامل حال رہتی ہے۔ برادر محترم مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمہ ایسے ہی خوش بخت انسانوں میں تھے۔ وہ نسیم سحری کی طرح آئے، کلیاں چٹکیں، پھول کھلے اور پھر وہ چلے گئے۔

یاد ایام وصل یار افسوس !
دہر کے انقلاب نے مارا !

اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا کے حالات و افکار کی اشاعت کے لیے ان کو منتخب فرمایا اور انہوں نے یہ فرض بحسن و خوبی انجام دیا اسی راہ میں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں

جا مری جاں جا خدا حافظ

۱۹۷۹ء سے قبل سید صاحب سے کوئی تعارف نہ تھا البتہ وہ غائبانہ فقیر سے واقف تھے۔ سن مذکورہ میں وہ بریلی شریف حاضر ہوئے اور وہاں سے امام احمد رضا کے ۴۰ قلمی شروح وحواشی اپنے ساتھ لائے۔ یہ ایک نادر ونایاب علمی ذخیرہ تھا جو وہ سب سے پہلے فقیر کو دکھانا چاہتے تھے انہوں نے ۱۹۷۹ء کے اواخر میں فقیر کو کراچی سے سکرنڈ (نواب شاہ، سندھ) خط لکھا اور آنے کی اجازت چاہی، فقیر تو خود ان علمی خزانوں کا متلاشی تھا، کراچی آیا اور سید صاحب یہ علمی ذخیرہ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے۔ یہ تھی پہلی ملاقات، مل کر خوشی پر خوشی ہوئی۔ سید صاحب سے ملاقات کی خوشی اور علمی نوادرات کی زیارت کی خوشی۔ ان علمی نوادرات میں منقولات ومعقولات سے متعلق عربی، فارسی اردو میں امام احمد رضا کے ۴۰ شروح وحواشی اور تعلیقات شامل تھے۔ سید صاحب نے ان حواشی میں سے ''حاشیہ رسالہ لوگارثم'' کو چھاپنے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی۔ مقدمہ لکھا گیا اور یہ حاشیہ ۱۹۸۰ء میں چھپ کر اہل علم میں تقسیم ہوا۔

سید صاحب کے حوصلے بڑھ رہے تھے اور آرزوئیں کروٹیں بدل رہی تھیں۔ امام احمد رضا پر تحقیق کے لیے ایک مستقل ادارے کے قیام کی تجویز ذہن میں آئی، فقیر نے اس کا نام ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا تجویز کیا اور یہی نام رکھ دیا گیا۔ پھر ایک سالنامہ جاری کرنے کا خیال آیا، فقیر نے اس کا نام ''معارف رضا'' تجویز کیا اور یہی نام رکھ دیا گیا۔ سید صاحب فقیر سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے

تھے نہ کوئی بات ٹالتے اور نہ بغیر مشورہ کیے کوئی قدم آگے بڑھاتے...... ادارے کے قیام کے بعد سالانہ ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا خیال آیا اور ۱۹۸۰ء میں تھیوسوفیکل ہال کراچی میں پہلی کانفرنس ہوئی جو نہایت کامیاب رہی۔ اہل علم اور دانشوروں نے شرکت کی اور علمی مقالات پڑھے۔ پھر یہ کانفرنس فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ہونے لگی۔ ۱۹۸۰ء ہی میں معارف رضا کا پہلا شمارہ جاری کیا گیا۔ الحمدللہ گیارہ سال ہوگئے برابر کانفرنس بھی ہو رہی ہے اور معارف رضا بھی پابندی سے نکل رہا ہے۔

سید صاحب مردم شناس تھے کام کرنے والوں پر ان کی نظر رہتی تھی اور توفیق الٰہی بھی شامل حال تھی۔ ان کے ابتدائی رفقاء میں محترم جناب شفیع محمد رضوی، جناب شمس الحسن شمس بریلوی، جناب مولانا اطہر نعیمی، جناب فتح محمد رضوی، جناب عبداللطیف قادری وغیرہ بعد میں جناب شیخ حمید اللہ مرحوم حشمتی، جناب منظور حسین جیلانی، پروفیسر حافظ عبدالباری، محترم صاحبزادہ سید وجاہت رسول صاحب، پروفیسر مجید اللہ قادری اس علمی سفر میں سید صاحب کے ساتھی رہے اور سچ یہ ہے کہ ان حضرات نے رفاقت کا حق ادا کر دیا، کام کو بہت آگے بڑھایا۔ ابتداء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ نہ تھا ۱۹۸۶ء میں اس کو رجسٹرڈ کرایا گیا۔ اس کے تاحیات صدر سید ریاست علی قادری مرحوم ہوئے، نائب صدر جناب شفیع محمد رضوی اور صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سکریٹری پروفیسر مجید اللہ قادری، خزانچی جناب منظور حسین جیلانی اور ناظم نشر و اشاعت پروفیسر حافظ عبدالباری صدیقی۔ الحمدللہ سید صاحب کی مفارقت

کے بعد بھی باقی حضرات بڑی تبدہی کے ساتھ اپنے منصبی فرائض ادا کر رہے ہیں۔ اب صدارت کے فرائض محترم صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب انجام دے رہے ہیں۔

سید صاحب ادارے کے قیام کے بعد ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۸ء تک کراچی میں رہے۔ پھر ۱۹۸۸ء میں ان کا اسلام آباد تبادلہ ہوگیا۔ ادارے کی ایک شاخ اسلام آباد میں محترم حاجی محمد حنیف طیب کی عنایت سے قائم ہوگئی تھی۔ سید صاحب نے اس شاخ کو سنبھالا اور اس کی کارکردگی کو بڑھایا۔ اسلام آباد میں وزراء اور اعلیٰ حکام سے رابطہ کیا اور اس علاقے کے اہل علم سے مراسم بڑھائے اور امام احمد رضا کے پیغام کو پہنچایا۔ متعدد کانفرنسیں منعقد کیں اور ان میں مقالات پڑھوائے۔ سید صاحب کے اسلام آباد تبادلے کے بعد سارا بوجھ ادارے کے باقی ارکان پر آگیا۔ الحمدللہ سب نے مل کر اس بوجھ کو اُٹھایا اور پہلے سے زیادہ بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ۱۹۹۱ء میں کراچی میں بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس منعقد کی۔ سید صاحب اس میں شریک ہوئے۔ پھر اسی سال اسلام آباد اور لاہور میں بین الاقوامی کانفرنسیں ہوئیں جن میں سید صاحب نے بھرپور حصہ لیا اور اپنی دیرینہ آرزوؤں کو پھلتا پھولتا دیکھا۔

ہوا عنبر فشان است و ابر گوہر بار
جلوس گل بہ سریر چمن مبارک باد

سید صاحب فقیر سے بڑی محبت و عقیدت رکھتے تھے اپنی خاموش محبت کی تحریک پر انہوں نے یہ طے کیا اور کرایا کہ بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس

(۱۹۹۱ء) کے موقع پر فقیر کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ادارے کی طرف سے فقیر کو گولڈ میڈل دیا جائے۔ یہ نمود و نمائش فقیر کے مزاج کے خلاف تھی اور سید صاحب اس سے باخبر تھے اسی لیے انہوں نے ذاتی طور پر ایک طویل خط لکھا کہ جس میں میڈل قبول کرنے کی درخواست کی گئی تھی، بہر حال سید صاحب کے اخلاص اور دیگر اراکین کے اصرار پر احقر زادے ابوالسرور محمد مسرور احمد کو اجازت دی گئی کہ وہ یہ میڈل لے لیں۔ سید صاحب کے وصال کے بعد یہ خیال آیا کہ اگر سید صاحب کو مایوس کیا جاتا تو یہ قلق زندگی بھر رہتا۔ سید صاحب سے ۱۹۷۹ء میں مراسلت شروع ہوئی اور ۱۹۹۲ء میں اس طرح ختم ہوئی کہ سید صاحب کے محبت نامے کا جواب فقیر پر قرض رہا۔ انہوں نے آخری عنایت نامہ یکم جنوری ۱۹۹۲ء کو کراچی سے لکھا جو گیارہ روز کے بعد سکھر میں ملا۔ جب کہ وہ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکے تھے۔ سید صاحب کے خطوط سے ان کی محبت و خلوص، تلاش و جستجو، ہمدردی و غم خواری اور امام احمد رضا سے کمال محبت کا پتا چلتا ہے۔ انہوں نے امام احمد رضا کی محبت میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ سرخرو رہے اور سرخرو گئے۔ ؎

قسمت نگر کہ کشتہ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زندگاں بدعا آرزو کنند

فقیر کے پاس سید صاحب کے چند خطوط محفوظ ہیں۔ ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۲ء کے تین خطوط سے اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱...... مولانا عبدالقادر (پرنسپل جامعہ رضویہ واہ کینٹ) ایم اے ایل۔

ایل۔ بی ہیں۔ میری تجویز پر اعلیٰ حضرت پر پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے پر رضا مند ہو گئے ہیں میں نے انہیں مشورہ دیا ہے کہ سب سے پہلے آپ پروفیسر صاحب سے مشورہ کریں اور جو آپ مشورہ دیں اس پر عمل کریں تو ان شاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔

(مکتوب محررہ نومبر ۹۱ء از اسلام آباد)

۲...... آپ کی خدمات اسلام کی سربلندی اور خصوصاً عالم اسلام کی ایک نابغہء روزگار شخصیت یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر تحقیق و تدقیق کے سلسلے میں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ کی ان بے لوث خدمات کا کون معترف نہیں۔ ہم یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اب حضرت امام احمد رضا کا نام زبان پر آتے ہی جو ایک اور نام فوراً لوگوں کے ذہن میں آتا ہے وہ آپ ہی کا اسم گرامی ہے۔

(مکتوب محررہ ۲۶ اگست ۱۹۹۱ء از کراچی)

۳...... میں آج کل ریٹائرمنٹ کی تیاریوں میں لگا ہوا ہوں آپ بھی غالباً وسط ۹۲ء میں ریٹائر ہو رہے ہیں۔ ہم سب اور اہل مسلک کی خواہش ہو گی کہ آپ کسی اچھی اور مناسب جگہ Contract پر وزارت مذہبی امور میں یا اس سے ملحق کسی ادارے میں آجائیں۔ مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب سے اس سلسلے میں ذکر بھی کر چکا ہوں۔ آپ جیسا مناسب خیال فرمائیں تو مزید بات کو آگے بڑھایا

(مکتوب محررہ ۵ دسمبر ۹۱ء از اسلام آباد)

جائے۔

۴......اعلیٰ حضرت کی روح مقدسہ آپ سے کس قدر خوش ہے اس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ کاش اس خوشی کا کروڑواں حصہ مجھے بھی مل جائے تو میرے لیے بہت ہے۔ (محررہ یکم جنوری ۹۲ء از کراچی)

۵......ادارے کی اب تک کی کامیابیوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو جو اس ادارے کو سب سے اچھی طرح جانتا ہے (یعنی فقیر وحقیر) وہ یہی کہتا ہے کہ یہ سب آپ کی پرخلوص سرپرستی کا نتیجہ ہے۔

(مکتوب محررہ یکم جنوری ۹۲ء از کراچی)

۶......اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں بلندی عطا فرمائے، دنیائے رضویت پر آپ کی خدمات و احسانات کا بدلہ اگر پوری دنیائے رضویت بھی ادا کرنا چاہے تو ناممکن ہے۔

(مکتوب محررہ یکم جنوری ۹۲ء از کراچی)

سید صاحب کی یہ آخری دعائیں تھیں اور ان کے قلم سے نکلنے والے یہ آخری کلمات تھے پھر وہ خاموش ہو گئے۔ وہاں سب کو جانا ہے آج وہ کل ہماری باری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سید صاحب کو بلندیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

سید صاحب منتظم تو تھے ہی مگر قلمکار بھی تھے۔ ۱۹۸۰ء سے قبل انہوں نے اپنے مرشد طریقت حضرت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کے حالات پر ایک مختصر کتاب لکھی تھی۔ ادارے کے قیام کے بعد وہ مستقل لکھنے لگے۔ ان کے مضامین و مقالات پاک و ہند کے جرائد و اخبارات میں شائع

ہونے لگے جوان کے ہمہ گیر تعارف کا ذریعہ بھی بنے اور وہ مقبول و محبوب ہو گئے سید صاحب نے بہت سے دلوں میں اپنا گھر بنالیا اور اس کا اندازہ ان کے وصال پر آنے والے تعزیت ناموں، پاک و ہند سے شائع ہونے والے مضامین سے ہوتا ہے۔ ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والے عقیدت مندوں اور محبت والوں سے بھی اس کا پتا چلتا ہے۔

سید صاحب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک اجلاس میں شرکت کے لیے ۲۷/دسمبر کو کراچی آئے ۲۸/دسمبر ۹۱ کو ایک اجلاس میں شرکت کی۔ اسی اجلاس میں اچانک فرمایا میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں اگر آپ سب حضرات قبول کریں۔ دوبارہ فرمایا۔ پھر تجویز یہ پیش کی کہ فقیر کو سید صاحب کی جگہ ادارے کا صدر بنا دیا جائے۔ فقیر نے اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی اور یہ تجویز منظور نہ ہو سکی۔ سید صاحب ہی تا حیات صدر تھے اور الحمدللہ تا حیات صدر ہی رہے۔ ۲۹/دسمبر ۹۱ء کو پھر دوسرا اجلاس ہوا، مختلف امور پر بحث کے بعد دعا پر یہ آخری اجلاس ختم ہوا۔ پھر ۳۰/دسمبر ۹۱ء کو فقیر سکھر (سندھ) چلا گیا اور سید صاحب ۲/جنوری ۹۲ء کو اسلام آباد روانہ ہوئے۔ راستہ ہی میں حالت نازک ہوگئی، دل میں درد تھا یا کیا تھا، بدقت تمام گھر پہنچے، سیدھے اسپتال لے جائے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

می روی و گریہ می آید مرا

ساعتے بنشیں کہ باراں بگزرد!

ان کی مفارقت نہ صرف حقیر کے لیے بلکہ اہل سنت کے لیے ایک عظیم

المیہ ہے، ہر آنکھ گریاں ہے اور ہر سینہ بریاں ہے۔ سید صاحب کے صاحب زادگان میں بڑے صاحبزادے سید اویس علی صاحب ماشاء اللہ سعادت مند ہیں اور پاکستان نیوی میں افسر ہیں۔ دوسرے صاحبزادے سید جنید علی صاحب ابھی تعلیم سے فارغ ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبزادگان کو خوب خوب نوازے اور اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

سید صاحب ہم سے جدا ہو گئے مگر ان کی نشانیاں باقی ہیں......

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ان کی ایک عظیم علمی نشانی ہیں اس ادارے کا سالنامہ معارف رضا دنیا کا واحد سالنامہ ہے جو صرف اور صرف امام احمد رضا کے حالات و افکار کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے اور گیارہ سال (۱۹۸۰ء) سے برابر شائع ہو رہا ہے۔ ادارے کی مطبوعات کا آغاز ''حاشیہ لوگاثم'' سے ہوا مگر الحمد للہ اب تک اردو عربی، فارسی، انگریزی میں یہ ادارہ مطبوعات شائع کر چکا ہے۔ سالانہ کانفرنس بھی پابندی کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ اس وقت ادارے کے اراکین میں صدر جناب سید وجاہت رسول صاحب قادری ہیں، نائب صدر جناب شفیع محمد رضوی، جنرل سکریٹری پروفیسر مجید اللہ ہیں، فنانس سکریٹری جناب منظور حسین جیلانی اور ناظم نشر و اشاعت پروفیسر حافظ عبد الباری صدیقی ہیں۔ الحمد للہ سب حضرات بڑے لگن سے کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق و شوق عطا فرمائے آمین! ادارے کے دفتر میں سکریٹری جناب محمد امتیاز فاروق صاحب اور نائب سکریٹری مولانا اقبال احمد ختر القادری صاحب بھی بڑی تندہی سے کام کر رہے ہیں جبکہ موخر الذکر نے تو اس لحاظ سے سید صاحب کی جگہ لے لی ہے کہ سید صاحب کے

بعد اب ان کے مضامین پاک و ہند اور برطانیہ کے اخبار و جرائد میں پابندی سے شائع ہو رہے ہیں۔ وہ متقی اور پابند شرع جوان صالح ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دونوں کو نوازے۔ آمین

الحمد للہ سید صاحب کا لگایا ہوا یہ پودا پھل پھول رہا ہے، اس کی شاخیں پھیلتی جا رہی ہیں، اس کا فیض عام ہو رہا ہے، پاک و ہند سے گزر کر اب افریقہ، امریکہ اور برطانیہ تک پہنچ چکا ہے، سب دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں۔ بیگانے پریشان ہیں...... یگانے شاداں و فرحاں ...... امام احمد رضا کا وجود مسعود حق و باطل کی کسوٹی ہے...... جو بَیر رکھتا ہے، راستہ سے ہٹا ہوا ہے...... جو محبت کرتا ہے، راستہ پر لگا ہوا ہے...... اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے محبوبوں کے دامن سے وابستہ رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین

ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
۶ر جون ۱۹۹۲ء

۞۞۞

باتیں سید صاحب کی !

از: صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری
(سرپرست اعلیٰ، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا)

در جستجوئے ما، نہ کشی زحمت سراغ
جائے رسیدہ ایم کہ عنقا نہ می رسد

مولانا سید ریاست علی قادری بانی و صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا اسلام آباد میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ روح فرسا خبر جمعہ ۳ رجنوری ۱۹۹۲ء کو رات ریڈیو پاکستان سے نشر ہوئی اور صبح ۴؍ جنوری ۱۹۹۲ء کو ملک کے تمام اخبارات میں شائع ہو کر جنگل کی آگ کی طرح ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی بلکہ اسی دن بذریعہ ریڈیو اور ٹیلیفون ہندوستان اور انگلستان پہنچ گئی۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے اراکین پر اس ناقابل یقین اور حیران کن سانحہ ارتحال سے غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ''ابھی کل ہی تو سید صاحب ہم سے گلے مل کر ہماری دعائیں لے کر اور ہمیں دعائیں دے کر اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ یقین نہیں آتا''۔ ہم سب کی زبان سے بے ساختہ یہ جملہ نکلا۔

ملک اور بیرون ملک سید صاحب مرحوم و مغفور کے محسنین اور مخلصین اس اندوہناک خبر سے سخت رنجیدہ ہو گئے۔ خبر اگرچہ ناقابل یقین تھی لیکن حقیقت

تھی اس فانی زندگی کی حقیقت یہی ہے ''کل من علیھا فان ''ہر شئے فانی ہے۔

لیکن دوام اسی ذات کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے حصول میں خود کو فنا کردیتی ہے۔ وہ یقیناً فنا فی اللہ ہو کر اللہ کی صفت ''باقی'' کے ساتھ باقی باللہ کے مقام پر فائز ہو کر حیات جاودانی کی مستحق بن جاتی ہے۔ یعنی ''بقاء باللہ'' کے ساتھ حیات دائمی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ یہ مقام ایک بندہ اپنے حسن کردار، اعلیٰ اخلاق، پاکیزہ صفات، جذبہ صادق، ایثار و احسان اور عشق واخلاص کے کمال کی بدولت حاصل کرتا ہے۔

سید ریاست علی قادری کی کہانی عشق واخلاص کے ایک ایسے ہی پیکر کی کہانی ہے۔ ان کی زندگی سر بسر عشق ومحبت سے عبارت ہے۔

(ا) اللہ سے محبت (۲) اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت (۳) اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرنے والوں سے محبت۔

سید صاحب مرحوم کی زندگی کی کہانی کچھ یوں شروع ہوتی ہے۔ آج سے ۶۰ رسال قبل جون ۱۹۳۲ء کو سادات بریلی کے ایک فرد سید واحد علی رضوی کے گھر بریلی کے محلّہ شاہ آباد میں ایک ہونہار بچہ تولد ہوا جس کا نام ریاست علی قادری رکھا گیا۔ سید واحد علی مرحوم عاشق رسول'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ رضوان کے شیدائی و عاشق تھے اور ان کے دامن عقیدت سے وابستہ تھے۔ سید واحد علی رضوی مرحوم کی زوجہ یعنی سید ریاست علی قادری مرحوم کی والدہ محترمہ بھی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سے بیعت ارادت وعقیدت رکھتی تھیں۔

اس طرح سے سید ریاست علی قادری مرحوم عاشق رسول اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی علیہ الرحمۃ رضوان سے سہ آتشہ عقیدت و محبت کے حامل تھے۔ روایت ہے کہ آپ کی پیدائش کے بعد آپ کی والدہ محترمہ آپ کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر لے گئیں اور امام احمد رضا کے وسیلہ سے دعا کی کہ یا اللہ میرا یہ بیٹا بڑا ہو کر تیرے دین کی تبلیغ و اشاعت میں نام پیدا کرے۔

سید صاحب مرحوم علم و عرفان کے اسی ماحول میں پروان چڑھے، ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں حاصل کی اور اسلامیہ ہائی اسکول بریلی سے میٹرک پاس کیا۔ اس زمانہ میں علامہ شمس بریلوی بھی اسی اسکول میں استاد تھے۔ سید صاحب مرحوم نے ان سے بھی اکتساب فیض کیا۔ قیام پاکستان کے بعد سید صاحب ۱۹۴۸ء میں کراچی تشریف لے آئے۔ یہیں سے انٹر پاس کرنے کے بعد پولی ٹیکنیکل کالج کراچی سے الیکٹریکل انجینئرنگ میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ ۱۹۵۶ء میں بریلی شریف کی حاضری کے موقع پر مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ رضوان سے شرف بیعت حاصل کیا۔ ۱۹۵۹ء میں ٹیلیفون انڈسٹری ہری پور ہزارہ میں ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ بعد عملی تربیت کے لیے جرمنی گئے۔ تربیت کے بعد واپس ہری پور آئے۔ ۱۹۶۱ء میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ اسی سال مواصلات میں مزید تعلیم و تربیت کے لیے دوبارہ جرمنی (میونخ) گئے۔ جرمنی میں ایک سال قیام کے دوران جرمنی زبان سیکھی، جرمنی سے انگریزی زبان میں ترجمہ کا کام بھی کیا۔ وہاں سے واپس ہوئے تو مغربی تہذیب کے اثرات سے متاثر نظر آئے، لباس و صورت، وضع قطع سے اس کا اظہار نمایاں تھا۔ اسکوائش کے بہترین کھلاڑی بھی تھے لیکن بایں ہمہ اخلاق

کریمانہ کے حامل تھے۔ ہر ایک کی غمی اور خوشی میں شریک ہوتے۔ ہر ایک سے محبت وشفقت سے پیش آتے۔ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ اس بناء پر ہری پور میں اپنی کالونی میں بڑے مقبول اور ہر دل عزیز تھے۔

۱۹۷۱ء میں اہل وعیال کے ہمراہ بریلی شریف تشریف لے گئے۔ اعلیٰ حضرت کے مزار پر حاضری دی۔ اس حاضری سے بریلی شریف سے ٹوٹا ہوا رابطہ دوبارہ جڑ گیا۔ ان دنوں حضرت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے تھے اس لیے ان سے ملاقات کی حسرت لیے پاکستان واپس آئے۔ ۱۹۷۴ء میں ہری پور سے کراچی تبادلہ ہوا۔ یہاں ان کے معمولات تبدیل ہوئے۔ علماء اور مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں ان کی مجلسوں اور صحبتوں میں بیٹھنے کا شوق بڑھا' محافل ذکر وفکر اور محافل میلاد میں شرکت ہونے لگی، اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری بھی ہونے لگی۔

۱۹۷۵ء میں گاڑی کے ایک حادثہ نے جس میں وہ بال بال بچ گئے ان کو ان کی منزل سے اور قریب کر دیا، دل میں یہ خیال آیا کہ اگر اس حادثہ کا وہ شکار ہو جاتے تو روز محشر اپنے آقا ومولیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کن اعمال کے ساتھ اپنا منہ دکھاتے۔

۱۹۷۹ء میں سید صاحب مرحوم کا معہ اہل وعیال کے پھر ہندوستان جانا ہوا۔ اس بار بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک ماہ رہنے کا موقع ملا۔ آپ کی نظر کرم سے قادری صاحب کی دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ مفتی اعظم ہند نے ایک بڑے اجتماع میں محفل میلاد کے بعد

سید صاحب مرحوم کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا اور دعا کی کہ ان کے ہاتھوں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مشن خوب پروان چڑھے۔ یہ مفتی اعظم کا فیضان ہی تھا جس نے سید صاحب مرحوم کے اندر ایک انقلاب برپا کردیا۔ وہ سیرت وصورت کے اعتبار سے مکمل طور سے پابند شرع ہو گئے۔ بریلی شریف کی حاضری ان کی زندگی کا ایک نیا موڑ ثابت ہوئی۔ امام احمد رضا کے روحانی فیض نے وہ اثر دکھایا کہ انہوں نے پاکستان واپس آنے کے بعد اپنی ساری زندگی اعلیٰ حضرت کے مشن عشق اور ان کے علمی اور فکری ورثہ کی ترویج واشاعت کے لیے وقف کرنے کا عہد کرلیا اور اس کے لیے کام کا آغاز بھی کردیا۔ سید ریاست علی قادری مرحوم کی زندگی میں مشن اعلیٰ حضرت کو پھیلانے اور ان کے علمی اور فکری آثار سے دنیا کو روشناس کرانے کا یہی نکتہ آغاز ٹھہرا۔ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی دعائیں رنگ لائیں، سید صاحب مرحوم نے اپنی ساری زندگی اور تمام جسمانی اور فکری توانائیاں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مشن کے فروغ اور ان کے علمی اور فکری آثار کو محفوظ کرنے میں صرف کردیں۔ انہوں نے اس مشن کو اس طرح حرز جاں بنالیا کہ ایک لمحہ کے لیے بھی تغافل گوارانہ کیا۔

۱۹۷۹ء میں جب وہ بریلی شریف سے کراچی واپس لوٹے تو اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی عطا کردہ دو گراں مایہ انمول چیزیں لائے ایک تو ''دلِ دردمند'' جس میں اعلیٰ حضرت سے اور ان کے مشن سے محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور دوسری تقریباً ۴۰ رسے زیادہ مخطوطات جو فقہ وحدیث کی مختلف کتب پر حواشی اور مختلف موضوعات پر ان کی تصنیفات پر مشتمل تھیں۔

۱۹۸۰ء میں سید صاحب مرحوم نے کراچی کے مقتدر علماء ودانشور اور اپنے مخلصین کے باہم مشورے سے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی داغ بیل ڈالی۔ جن محترم حضرات نے اس ادارے کے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر میں اور اس کے ابتدائی دور میں دامے درہمے قدمے سخنے ان کا ساتھ دیا ان میں چند اہم یہ ہیں۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی صاحب، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، مولانا اطہر نعیمی صاحب، مولانا مصلح الدین صدیقی قادری علیہ الرحمہ، مولانا علامہ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ، مولانا خالد فاخری صاحب، ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم، جناب ادیب رائے پوری صاحب، مولانا محمد شفیع قادری رضوی حامدی صاحب، جناب فتح محمد رضوی صاحب، جناب عبداللطیف قادری صاحب، جناب حمید اللہ حشمتی مرحوم مغفور وغیرہم۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی تاسیس کے تین اہم مقاصد تھے۔ اگرچہ اس کے ذیلی مقاصد تو کئی ہیں:

۱۔ مسلمان نوجوانوں کے عقیدے کا تحفظ اور محبت واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

۲۔ جدید تعلیم یافتہ حلقوں میں امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کے فکری اور علمی کارناموں کا تعارف

۳۔ امام احمد رضا کی غیر مطبوعہ کتب کی اشاعت وترویج

اس ادارے کے قیام کے ساتھ ہی سید صاحب مرحوم کی سرفروشی اور سرفرازی کی تاریخ شروع ہوگئی۔ وہ ادارے کے مقاصد کے حصول اور اپنے مشن کی ترویج واشاعت میں سرگرم عمل ہوگئے۔ وہ عاشق رسول امام احمد رضا خاں

نور اللہ مرقدہ کے سچے عاشق تھے انہیں دیوانگی کی حد تک اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے عشق تھا۔ ان کو جب بھی کوئی دیکھتا تو وہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں کسی نہ کسی طور حاضری دیتے نظر آتے۔ ایسا کرتے ہوئے وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کے مصداق نظر آتے ہیں جو حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے عالموں کا استقبال کیا تحقیق اس نے میرا ہی استقبال کیا اور جو عالموں کی ملاقات کو گیا یقیناً وہ میری ملاقات کے لیے گیا اور جو عالموں کے ساتھ بیٹھا وہ تحقیق میرے ساتھ بیٹھا اور جو میرے ساتھ بیٹھا وہ یقیناً میرے رب کی بارگاہ میں بیٹھا"۔

رواہ الرافعی (کنز العمال ج:۱۰ص:۹۷)

سید صاحب کی یہ حاضری اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یقیناً مقبول ہوئی اور ان کو وہ شہرت دوام نصیب ہوئی جو اعلیٰ حضرت کے بڑے بڑے نام لیواؤں کو نصیب نہ ہو سکی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندے

سید صاحب نے ملک اور بیرون ملک کے ہر طبقہ کے ممتاز علماء اور دانشوروں سے قلمی رابطے کیے اور بواسطہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اور بلا واسطہ بھی ان سے اعلیٰ حضرت کی سیرت و کردار اور ان کے دینی و ملی خدمات پر تحقیقی مقالات لکھواتے اور ہر سال انہیں "معارف رضا" میں امام رضا کانفرنس کے انعقاد پر شائع کرواتے اور پھر مختلف مکاتب فکر کے ملکی اور غیر ملکی علماء اور

دانشوروں اور جامعات کی لائبریریوں میں تحفۃً بھجوانے کا اہتمام فرماتے ۔ ۱۹۸۱ء سے انہوں نے امام احمد رضا کے یوم وصال کے موقع پر ہر سال کراچی کی سطح پر امام احمد رضا کانفرنس بڑے اہتمام سے منعقد کرانی شروع کی۔ یہی نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کی بہت سے نایاب معرکۃ الآراء علمی نگارشات کو منظر عام پر لانے کی بھرپور سعی کی۔

سید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک خوش نصیبی اور عطا کی تھی کہ ان کے گرد ایسے مخلص احباب کا حلقہ بنتا چلا گیا جنہوں نے اپنی متحدہ جدوجہد اور مربوط پلاننگ کے ذریعہ ایک مقامی ادارے کو دس سال کی قلیل مدت میں بین الاقوامی ادارہ بنا دیا۔ یہ بات بلاخوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ شروع کے چند سالوں میں سید صاحب نے شب وروز تن تنہا محنت ومشقت سے اس ادارے کی آبیاری کی جبکہ کئی موڑ ایسے آئے کہ بہت سے اپنے ہی اس کے بند کرنے کے درپے تھے اور کئی بار نامساعد حالات کی بناء پر خود سید صاحب بھی دل شکستگی کا شکار ہو جاتے لیکن پھر کٹھن وقت گزر جانے کے بعد اعلیٰ حضرت کے عشق کا سرور اور دوستوں مثلاً شفیع محمد قادری صاحب، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب، جناب حمید اللہ قادری حشمتی ، فتح محمد رضوی صاحب مرحوم مغفور اور راقم وغیرہم کی حوصلہ افزائی کے سبب دوبارہ ''کارِ جنون'' سے وابستہ ہو جاتے۔ راقم کا اور سید صاحب کا ساتھ یوں تو ادارے کی ابتداء ہی سے تھا لیکن شروع کے دو سال راقم کچھ زیادہ فعال نہ تھا اگرچہ اپنی استطاعت کے مطابق کانفرنس کے انعقاد اور معارف رضا اور دیگر کتب کی اشاعت میں حصہ لیتا رہتا تھا۔

۱۹۸۰ء میں جب راقم اور محبی عبداللطیف قادری (حالیہ سرپرست ادارہ) بریلی شریف عرس اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوئے تو وہاں حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کا شرف دیدار حاصل ہوا۔

یادش بخیر راقم ۱۹۶۳ء میں اجمیر شریف میں سید احمد حسین رضوی قادری وکیل جاورہ کے در دولت پر حضرت مفتی اعظم سے شرف بیعت سے مشرف ہوا تھا۔ اس زمانے میں راقم راج شاہی یونیورسٹی (سابقہ مشرقی پاکستان) میں M.A اکنامکس فائنل کا طالب علم تھا۔ اب قریباً ۱۷ سال بعد مرشد کی زیارت سے فیضیاب ہوا۔ اتنی مدت کے ہجر کے بعد وصال کی لذت سے عجیب سرمتی اور دیوانگی کا عالم تھا۔ اس سفر میں حضرت مولانا ریحان رضا خان مرحوم مغفور نبیرہ حجۃ الاسلام حامد رضا خان علیہ الرحمہ ورضوان سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی غیر مطبوعہ تصانیف کی اشاعت پر گفتگو ہوئی، یہ طے ہوا کہ اس سلسلہ میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی مدد کی جائے گی اور مخطوطات مہیا کیے جائیں گے، لیکن اعلیٰ حضرت کے کتب خانے کا زیادہ حصہ مولانا خالد میاں صاحب نواسہ مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے زیر نگرانی تھا۔ ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ۱۹۸۱ء میں جب راقم حضرت علامہ تقدس علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے چالیسویں میں حاضری کی نیت سے دوبارہ بریلی شریف گیا تو اس بار حضرت مولانا علامہ تقدس علی خاں علیہ الرحمہ کی وجہ سے حصول کتب میں بڑی کامیابی ہوئی غالباً ۲۵ مختلف مخطوطات و رسائل حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے حاصل ہوئے اور تقریباً

۲۰۰ر کے قریب مختلف حواشی و رسائل محترم المقام مولانا خالد میاں صاحب نے کرم فرما کے عطا کیے۔ اس مہم میں محترم ابراہیم صدیقی صاحب بریلوی (حال مقیم ملیر کراچی) نے خصوصی جدوجہد فرمائی۔ اللہ رب العزت ان تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

یہ تمام رسائل میں نے لا کر جناب سید صاحب مرحوم و مغفور کو دے دیے، سید صاحب اس ذخیرہ ''خیر کثیر'' کو دیکھ کر اتنے مسرور تھے کہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ راقم کے ساتھ بڑی گرم جوشی کے ساتھ معانقہ کیا اور بہت سی دعائیں دیں۔ اس کارنامہ نے مجھ کو سید صاحب مرحوم کے اور قریب کر دیا۔ پھر سید صاحب سے برابر ملاقات ہونے کی۔ اس زمانے میں راقم حبیب بینک کی ٹریننگ ڈویژن میں ڈائرکٹنگ آفیسر ہوا کرتا تھا۔ سید صاحب مرحوم اکثر حضرت مولانا خالد فاخری صاحب، ڈاکٹر ایوب قادری مرحوم، مولانا شفیع محمد قادری، مولانا اطہر نعیمی صاحب، ادیب رائے پوری اور پروفیسر مجید اللہ قادری میں سے کسی کے ہمراہ یا کبھی خود تن تنہا میرے دفتر بعد نماز ظہر آجاتے اور وہیں اعلیٰ حضرت کے علمی ماثر پر جدید خطوط پر کام کرنے کی پلاننگ کی جاتی۔ پھر ۱۹۸۲ء سے باقاعدہ ادارے کی میٹنگوں میں شرکت کرنے لگا۔ غرض کہ سید صاحب ادارے کے قافلہ کے سالار تھے اور لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔

پھر اسی دور میں حبیب بینک ٹریننگ ڈویژن کے راقم کے ایک اور ساتھی جناب منظور حسین جیلانی قادری جو خود ''شہر احمد رضا'' کے رہنے والے ہیں اور برادر طریقت بھی ہیں کا تعارف سید صاحب مرحوم سے ہوا اور ان کو بھی دعوت

عزیمت دی گئی۔ آگ تو ان کے دل میں بھی لگی ہوئی تھی مگر دبی ہوئی تھی چنگاری دکھانے کی دیر تھی کہ بھڑک اُٹھی۔ ان کی شمولیت سے ادارے میں ایک نئی روح دوڑ گئی وہ ایک اچھے منصوبہ بند (Planner) ثابت ہوئے۔ اب تک ادارہ صرف سید صاحب کی ذات تھی تمام بوجھ انہوں نے اپنے ناتواں کندھوں پر لیا ہوا تھا۔ دوڑ دھوپ مالی وسائل کی تگ ودو کتابت کے مراحل طباعت واشاعت کے لیے دوڑ دھوپ مقالہ نگار حضرات سے رابطہ سب کچھ سید صاحب مرحوم کی اپنی ذمہ داری تھی جس کی وجہ سے کام کی رفتار بہت سست تھی۔ محترم جیلانی صاحب کی تجویز پر ۱۹۸۶ء کی کانفرنس سے قبل ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کو ایسوسی ایشن ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کرایا گیا۔ اس کی مجلس عاملہ اور مجلس عامہ کی الگ الگ کمیٹیاں مقرر کی گئیں اور ایک جدید نظم اور عزم کے ساتھ عشاق احمد رضا کا قافلہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ سالار تھے ریاست علی قادری لیکن اس بار وہ تنہا نہ تھے بلکہ اب ان کے غم خوار بھی تھے اور ناز بردار بھی۔ ان کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ محنتی اور مخلص کارکنوں کی ایک مضبوط ٹیم تھی اب کام کی نوعیت بھی بدل گئی، ادارے کی کارکردگی بھی بہتر ہوئی۔ پہلے ادارہ کا کوئی اپنا دفتر نہ تھا آدھا دفتر سید صاحب مرحوم کے اپنے گھر پر تھا، آدھا ادارے کے جنرل سکریٹری پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب کے گھر، کتابیں اور مخطوطات سید صاحب مرحوم کی لائبریری میں تھیں اور خط و کتابت اور رابطہ کے لیے پروفیسر مجید اللہ قادری صاحب کا مکان۔ اس لیے کہ یہ شہر کے قریب تھا اور ہر ایک کے لیے قابل رسائی۔ اب الحمد للہ اپنا ایک دفتر جس میں دو مخلص نوجوان صالح جناب امتیاز احمد

فاروق اور جناب اقبال احمد اختر القادری دفتر سکریٹری اور نائب دفتر سکریٹری کی حیثیت سے نظم وضبط اور وقت کی پابندی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اشاعت وطباعت کا معیار بلند ہوا۔ ''معارف رضا'' میں اردو کے علاوہ انگریزی مضامین بھی شائع ہونے گئے۔ بات آگے بڑھی پھر ہر سال انگریزی اور اردو میں کتب شائع ہونے لگیں اور کانفرنس کے موقع پر ایک خوبصورت مجلّہ بھی نکالا جانے گا۔ پریس میڈیا اور الیکٹرونکس میڈیا میں کوریج بڑھ گیا۔ پھر سال بہ سال امام احمد رضا کانفرنس کا اہتمام وانتظام خوب سے خوب تر ہونے لگا۔ شروع شروع میں کانفرنس تھیوسوفیکل ہال میں منعقد ہوتی تھی پھر ہوٹل انٹر کانٹیننٹل، پھر تاج محل اور پھر شیرٹن ہوٹل یعنی فائیو اسٹار ہوٹل میں منعقد ہونے لگی۔ پہلے سامعین بلا بلا کر اور منت سماجت سے لائے جاتے تھے اب شیرٹن ہوٹل کے بڑے ہال میں کھڑے ہونے کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ پانچ سو افراد کی نشست گاہ میں سات سو افراد کا مجمع جمع ہو جاتا۔ امام احمد رضا کانفرنس میں بڑی تعداد میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ شریک ہونے لگا۔ ان میں یونیورسٹی اور کالج کے طلباء اور اساتذہ بھی ہوتے ہیں۔ وکلاء اور عدالت عالیہ کے فاضل جج صاحبان بھی، علماء مشائخ اور دانشور بھی۔ رفتہ رفتہ اردو اور انگریزی کے علاوہ اب عربی میں امام احمد رضا پر لٹریچر شائع ہونے لگا۔ سید صاحب مرحوم ایک مربی اور مشفق کی حیثیت سے اپنی اس ٹیم سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ادارے کے انتظامی معاملات پر اپنے ساتھیوں کو کھل کر اظہار رائے کا موقع دیتے اور جمہوری متفقہ رائے کو ہمیشہ ترجیح دیتے۔ وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے کہ فرد آتے اور چلے جاتے ہیں مگر ادارے برقرار رہے ہیں۔ ہمیں

ادارے کو تقویت دینی چاہیے تا کہ آنے والی نسلوں کو ہماری دریافت اور مشن منتقل ہو سکے اور وہ نہ صرف ہمارے علمی ماثر سے مستفیض ہو سکیں بلکہ کام کو مزید وسعت دے سکیں اور آگے بڑھائیں۔ غرض کہ ادارہ ان کی سرکردگی میں ترقی کرتا ہوا اپنی معراج کی پہلی سیڑھی یعنی انٹرنیشنل کانفرنس ۱۹۹۱ء کے انعقاد تک پہنچا ہی تھا کہ سید صاحب اس جہان آب وگل سے جلد کوچ کر گئے۔ دس سال کی مدت کسی تحقیقی ادارے کے لیے بہت کم مدت ہوتی ہے۔ دس سال تو اداروں کو اپنے پر وبازو مستعد کرنے میں صرف ہو جاتے ہیں پھر وہ چلتا ہے، پھر دوڑتا ہے، پھر ٹیک آف (Takoff) کی منزل آتی ہے پھر بلندیوں پر پرواز کرتا ہے لیکن سید صاحب مرحوم نے اپنی سرکردگی میں ادارے کو اپنے جذبہ عشق سے نہ صرف یہ کہ پر وبازو کی قوت عطا کی بلکہ اس کو انہوں نے اپنی زندگی ہی میں ٹیک آف کرنے اور علمی دنیا کی فضاء بسیط کے آسمان اول پر پرواز کرتے ہوئے بھی دیکھ لیا اور شاید اسی بات کی ان کو جلدی تھی۔ پچھلے چار سالوں سے جب سے اپنی ملازمت کے سلسلہ میں اسلام آباد منتقل ہوئے تھے ان کو تین کاموں کی بڑی خواہش تھی اور وہ چاہتے تھے کہ ۱۹۹۰ء یا زیادہ سے زیادہ ۱۹۹۱ء تک ان کی تکمیل ہو جائے۔

☆...... ایک تو یہ کہ وہ چاہتے تھے کہ اسلام آباد اور لاہور میں بھی امام احمد رضا کانفرنس منعقد کی جا سکے۔

☆...... دوسرے یہ کہ ایک بین الاقوامی سطح پر امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہو۔

☆...... تیسرے یہ کہ حج بیت اللہ کی سعادت اور روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری نصیب ہو۔

پہلے تو راقم کو ان کی یہ جلد بازی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ہم ان کے رفقاء خاص ان کو تسلی دیتے تھے کہ اِن شاء اللہ آہستہ آہستہ اس منزل تک پہنچ جائیں گے جہاں سے یہ باتیں ممکن ہو سکیں گی۔ اس لیے کہ ظاہری مالی اور افرادی وسائل کی بناء پر ابھی دو تین سالوں میں یہ ممکن نہ ہو سکے گا۔ رہ گیا حرمین شریفین کی حاضری تو اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو بھی لے جائے۔ آپ درود و سلام کی کثرت کریں ان شاء اللہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہوگا۔ لیکن اب ان کے وصال کے بعد راقم کا وجدان اس نتیجہ پر پہنچا کہ سید صاحب مرحوم کو اپنی دنیوی زندگی کے اختتامی مراحل کا اندازہ و ادراک ہو چکا تھا۔

الحمد للہ! رب العزت نے ان کی تینوں خواہشوں کی تکمیل کا سامان اسی سال یعنی ۱۹۹۱ء میں بہم پہنچا دیا۔ کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں نہ صرف امام احمد رضا کانفرنس بلکہ امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنسیں منعقد ہوئیں اور خوب دھوم دھام سے منعقد ہوئیں۔ اسی سال حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے اور پھر کمال عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیوں پر پہنچ کر ۳ر جنوری ۱۹۹۲ء کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلیٰ سے اسم جلالت ''اللہ'' کی ضرب کے ساتھ ہی جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ؎

کام تھے عشق میں بہت پر میر
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

فکرِ رضا کے داعی
مولانا سید ریاست علی قادری
از...... منظور حسین جیلانی

میرا بچپن، لڑکپن بریلی شریف کے ان محلوں، گلیوں اور کوچوں میں گزرا ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے مزار شریف اور قدیم تاریخی رہائش گاہ سے بارہا گزرنے کے باوجود یہ علم نہ تھا کہ میں کس عظیم ہستی کے شبستاں سے گزر رہا ہوں۔ ہاں بچپن اور لڑکپن کے زمانے میں بزرگوں کی زبانی اعلیٰ حضرت کے بارے میں صرف اتنا جان سکا تھا کہ آپ ایک بہت بڑے عالم دین اور ممتاز نعت گو شاعر تھے ان کا لکھا ہوا اسلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' اور ایک مشہور نعت ''سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی'' بریلی شریف کی تمام مساجد میں پڑھے جاتے تھے جسے بڑوں کے ساتھ میرے جیسے بہت سے نوعمر لڑکے بھی بڑی محبت وعقیدت سے جھوم جھوم کر پڑھا کرتے تھے۔

ایک اور بات جس کا تذکرہ میں یہاں کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا قائم کردہ دارالعلوم ''منظر اسلام'' جس کا انتظام اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد میرے پیرومرشد حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ نے سنبھالا ہوا تھا۔ اس مدرسہ میں پورے ہندوستان سے دینی

علوم کے طالب علم آتے تھے۔ اس کا مکمل کورس میری معلومات کے مطابق اس وقت سات سال کا ہوا کرتا تھا جس کی تکمیل کے بعد شہادۃ العالمیہ کی سند عطا کی جاتی تھی۔ اس مدرسے کا انتظام بغیر کسی حکومتی امداد کے پورا کیا جاتا تھا۔ جس میں حکمت عملی یہ اپنائی گئی تھی کہ ایک وقت میں جتنے طالب علم زیر تعلیم ہوتے ان میں سے ہر ایک کا بریلی شریف کی مختلف مساجد میں بطور امام تقرر کر دیا جاتا۔ اہل محلّہ ان کے قیام اور طعام کی ذمہ داری اس طرح اُٹھاتے کہ رہائش تو مسجد کے ایک حجرے میں فراہم کی جاتی اور ناشتے اور کھانے کی ذمہ داری باری باری اہل محلّہ بڑی خوشی سے اُٹھا لیتے۔ امام صاحب فجر کی نماز پڑھا کر مدرسے چلے جاتے، ظہر کے وقت تک تعلیم حاصل کرتے، پھر مسجد میں واپس آ کر ظہر تا عشاء نمازوں کی امامت کرتے، بقیہ وقت مطالعہ میں مصروف رہتے۔ پھر ہر سال جتنے طالب علم فارغ التحصیل ہوتے اتنی ہی تعداد میں مزید داخل کر لیے جاتے اور یوں دینی تعلیم کے فروغ کا یہ سلسلہ بغیر کسی کا احسان اُٹھائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے منفرد انتظام کے ساتھ آج تک جاری ہے۔

الغرض اعلیٰ حضرت سے میرا سرسری تعارف ہی تھا۔ زہے نصیب کہ ۱۹۸۲ء میں فکرِ رضا کے داعی' مولانا سید ریاست علی قادری صاحب سے ایک تقریب میں ملاقات ہوگئی۔ عاجزی، انکساری، سادگی اور نرم گوئی ان کی شخصیت سے عیاں تھی۔ وہ اس شفقت و محبت سے ملے کہ پہلی ملاقات ہی دوستی میں بدل گئی۔ ان کی رہائش سیکٹر 1-C-11 نارتھ کراچی میں تھی اور میں سیکٹر 11-A نارتھ کراچی میں رہتا ہوں، قربت کے سبب ملاقاتوں کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ ان کی

شخصیت اتنی متاثر کن تھی کہ بار بار ملنے کو جی چاہتا۔ ان ملاقاتوں کے دوران جب یہ انکشاف ہوا کہ سید صاحب نہ صرف میرے ہم وطن یعنی بریلی شریف کے ہیں بلکہ ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ وہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں (مجھے بھی یہ شرف ۱۹۷۵ء میں حاصل ہو چکا تھا) وہ میرے پیر بھائی بھی نکلے تو ان سے محبت اور عقیدت میں گونا گوں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

ملاقاتوں کے دوران معلوم ہوا کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے نام سے سید صاحب نے ۱۹۸۰ء میں ایک ادارہ بنایا ہے جس کے زیر اہتمام ہر سال (۱۹۸۰ء سے) اعلیٰ حضرت کی یاد میں ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد بھی کرتے ہیں۔ پھر پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۸۲ء میں ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس (جو کہ تھیوسوفیکل ہال' کراچی میں منعقد ہوئی تھی) میں شرکت کا موقع ملا۔ اس کانفرنس کی صدارت ریئر ایڈمرل ایم۔ آئی۔ ارشد صاحب چیئرمین K.P.T نے کی جب کہ مہمان خصوصی جسٹس (ر) قدیر الدین احمد صاحب تھے۔ حضرت مولانا شوکت حسن خاں علیہ الرحمۃ بھی اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ مقالہ نگاروں میں مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی، حاجی محمد زبیر مارہروی، پروفیسر ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، محمد سرور اکبر آبادی، سید الطاف علی بریلوی، ڈاکٹر ایوب قادری اور سید انور علی ایڈووکیٹ جیسے معروف اسکالرز نے اعلیٰ حضرت پر منفرد موضوعات پر مقالے پیش کیے۔

اگرچہ راقم اس کانفرنس میں شرکت سے قبل بھی اعلیٰ حضرت سے منسوب متعدد تقریبات میں شریک ہو چکا تھا لیکن یہ کانفرنس میرے لیے نہ صرف

منفرد بلکہ حیران کن تھی۔ سید صاحب کی شخصیت کے پس منظر میں جب میں نے امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی سعادت حاصل کی تو میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس کانفرنس میں فاضل مقالہ نگاروں نے جن موضوعات پر اعلیٰ حضرت پر اپنے مقالات پیش کیے وہ میری معلومات میں ایک حیرت انگیز اضافہ تھے۔ اس دن پہلی مرتبہ میرے علم میں یہ بات آئی کہ اعلیٰ حضرت نہ صرف ایک عظیم مذہبی اسکالر اور نعت گو شاعر تھے بلکہ آپ نے علم و دانش کا وہ بیش بہا خزانہ چھوڑا ہے کہ جو نہ صرف عوام بلکہ مقتدر علمی و دینی شخصیات تک بھی نہ پہنچ سکا ہے۔ یہ سید صاحب کی کاوش تھی کہ آپ نے اس بیش بہا خزانے کو جو اس وقت تک منظر عام پر نہ آ سکا تھا' اسے حاصل کیا اور بہت ہی منفرد انداز میں تحقیقی کام کے لیے مقتدر حلقوں کو دعوت دی۔ بس یہیں سے سید صاحب سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ اور دراز ہو گیا اور ان کے لیے میرے دل میں بڑی عزت، احترام اور عقیدت پیدا ہو گئی۔ اس کانفرنس کے بعد میں ہر سال اس مبارک محفل میں شرکت کرتا رہا۔ سید صاحب ہر سال مقتدر علمی اور دینی شخصیات کو مدعو کرتے اور ان سے اعلیٰ حضرت کے چھوڑے ہوئے بیش بہا خزانے سے مختلف موضوعات کا انتخاب کر کے مقالے لکھواتے، جو ان کانفرنسوں میں پڑھے جاتے تو مجھ پر اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور آپ کے علمی و دینی کارناموں اور فکرِ رضا کے نت نئے گوشے منکشف ہوتے چلے گئے۔ بعد میں سید صاحب یہ مقالے سالنامہ معارف رضا کی صورت میں شائع کر کے دنیا بھر کے اہل علم کو بھیجا کرتے تھے۔

سید صاحب کے زیر اہتمام ان کانفرنسوں کی ایک انفرادی خصوصیت

جو میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ اس سے قبل میں نے اعلیٰ حضرت سے منسوب محافل عرس، فکری و اصلاحی نشستوں اور دیگر تقریبات میں ایک بات مشترک دیکھی تھی کہ ان کے شرکائے محفل، مقررین، صدر مجلس اور مہمانانِ خصوصی کا تعلق صرف اور صرف اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں ہی سے ہوتا تھا لیکن سید صاحب نے اس روایت کو توڑتے ہوئے اپنوں کے علاوہ ان شخصیات کو بھی ان کانفرنسوں میں مدعو کیا جو یا تو صحیح معنوں میں اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے کما حقہٗ واقفیت نہیں رکھتے تھے یا ان سے فکر ونظر کا اختلاف رکھتے تھے۔ مجھے ذاتی طور پر اس اقدام سے بے انتہا خوشی ہوئی اور غالباً آپ بھی اس بات سے اتفاق کریں گے کہ کسی ایسی محفل میں جس میں صرف اور صرف اعلیٰ حضرت کے عقیدت مند ہی شریک ہوں اس محفل میں آپ کی ذاتِ گرامی کی تعریف وتوصیف اور خدمات کے اعتراف میں جو کچھ نذرانۂ عقیدت پیش کیا جائے اس کا اثر کم ہوگا لیکن اگر امام احمد رضا سے فکر ونظر کا اختلاف رکھنے والے لوگ ایک کثیر مجمع میں اعلیٰ حضرت سے عقیدت کا اظہار فرمائیں اور اپنے خیالات، مقالات اور تقاریر میں آپ کی فکر ونظر کی تعریف کریں تو یہ بات قدر و قیمت میں انتہائی اہم ہو جاتی ہے جو اعلیٰ حضرت کے محبین کے لیے بھی باعث مسرت ہے۔

یہ غالباً جون ۱۹۸۶ء کی بات ہے کہ سید صاحب نے مجھے فون پر یہ ارشاد فرمایا کہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی ایک اہم میٹنگ مجید اللہ قادری صاحب کی رہائش گاہ پر طے پائی ہے جس میں آپ بھی ضرور شریک ہوں۔ چنانچہ جب میں اس میٹنگ میں حاضر ہوا تو میری خوشی اور حیرت کی انتہا نہ رہی کہ

وہاں حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب، علامہ شمس الحسن شمس بریلوی صاحب، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، الحاج شفیع محمد قادری صاحب، وجاہت رسول قادری صاحب اور الحاج حمید اللہ حشمتی قادری صاحب جیسی عظیم ہستیاں موجود تھیں۔ یہ دن میری زندگی کا ایک یادگار دن ثابت ہوا جب مجھے سید صاحب نے ادارہ کی مجلس عاملہ کا فنانس سکریٹری منتخب فرمالیا۔ میرے لیے یہ بڑے اعزاز کی بات تھی کہ میں اس عظیم ادارہ کی مجلس عاملہ میں شمولیت کے قابل سمجھا گیا۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ سید صاحب کے زیر اہتمام امام احمد رضا کانفرنسوں میں شرکت اور طریق کار سے میں خاصا متاثر ہو چکا تھا اور جی چاہتا تھا کہ سید صاحب کے اس مشن کو آگے بڑھانے میں مجھے بھی کچھ موقع مل جائے، لہٰذا بخوشی اس اعزاز کو قبول کر لیا اور ساتھ ہی یہ نیت کر لی کہ پروردگار کی دی ہوئی ساری صلاحیتوں کو اب اس مشن پر صرف کروں گا، لہٰذا بہت عاجزانہ طور پر کچھ تجاویز بہت ادب واحترام کے ساتھ ان بزرگوں کے سامنے پیش کیں جس میں سے چیدہ چیدہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ یہ کہ ادارہ کے اغراض ومقاصد کا تعین کیا جائے اور اس کو متعلقہ حکومتی محکمے سے باقاعدہ رجسٹرڈ کرایا جائے۔

۲۔ ادارے کے لیے ایک آفس کا انتظام کیا جائے' اس سے قبل 1980ء تا 1986ء تک ادارے کا سارا کام یا تو سید صاحب کی رہائش گاہ پر ہوتا تھا یا مجید اللہ قادری صاحب کی رہائش گاہ پر۔

۳۔ یہ کہ ہر سال کانفرنس کے موقع پر ایک مجلّے کی اشاعت کا انتظام کیا جائے جس میں کمرشل اداروں کے اشتہارات حاصل کر کے ادارے کی مستقل آمدنی کا ذریعہ بنایا جائے۔

۴۔ یہ بھی تجویز رکھی گئی کہ ادارے کی مجلس عاملہ کے تمام اراکین صرف اور صرف اعلیٰ حضرت کے مشن کے فروغ کے لیے تمام طرح کی سیاسی و دیگر گروہ بندیوں اور اپنی ذات سے بالاتر ہو کر بھرپور صلاحیتیں بروئے کار لائیں گے۔

یہ بات میرے لیے باعث عزت و مسرت ہوئی کہ تمام بزرگوں نے ان تجاویز کو سراہا اور میری حوصلہ افزائی کی، پھر اس سمت میں کوششیں شروع کر دی گئیں اور الحمدللہ! اکتوبر 1986ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس سے قبل ہی اگست کے مہینے میں ادارے کا حکومت سے رجسٹریشن کروالیا گیا جس کا رجسٹرڈ نمبر KAR0715 حاصل ہوا۔

اغراض و مقاصد کے تعین کے سلسلے میں راقم سید صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا رہتا، اپنی تجاویز پیش کرتا اور سید صاحب سے مزید مشاورت کرتا۔ یہ سلسلہ کئی ہفتے چلتا رہا اور سید صاحب نے بہت غور و خوض کے بعد اسے فائنل کرلیا۔ اس دوران سید صاحب نے میری بے انتہاء حوصلہ افزائی کی اور خوب دعاؤں سے نوازا۔

سید صاحب کی لگن، راقم کی کوششوں اور دیگر بزرگوں کی دعاؤں سے 10 رمئی 1987ء کو ہم برنس روڈ پر ایک فلیٹ مالکانہ حقوق کے ساتھ حاصل کر

کے ادارہ کا باقاعدہ آفس بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ اعلیٰ حضرت کا فیض ہی تھا کہ اس زمانے میں ایک لاکھ چالیس ہزار کی خطیر رقم دو دن کے اندر الحاج شفیع محمد قادری، وجاہت رسول قادری اور مجید اللہ قادری کے والد گرامی الحاج حمید اللہ حشمتی قادری صاحب سے حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد اس فلیٹ کو ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے آفس کی شکل دے دی گئی جس کے پہلے آفس سکریٹری عزیزم محمد امتیاز فاروق اور اسسٹنٹ آفس سکریٹری عزیزم اقبال احمد اختر القادری مقرر کیے گئے۔

1987ء کی امام احمد رضا کانفرنس' کراچی کے ایک فائیو اسٹار ''ہوٹل شیرٹن'' میں منعقد کی گئی۔ الحمد للہ! یہ کانفرنس ہر اعتبار سے کامیاب ہوئی اور مختلف حلقوں کی جانب سے اس کی بے انتہا پذیرائی کی گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس کانفرنس کے انعقاد کے چند روز بعد جب ہم سب لوگ ادارے کے آفس پہنچے تو سید صاحب جو وہاں پہلے سے موجود تھے فرطِ مسرت سے ان کا چہرہ تمتمارہا تھا، انہوں نے خوشی سے اس ناچیز کا ماتھا چوم کر بڑی دعائیں دیں۔ میرے لیے یہ لمحہ کسی نعمت سے کم نہ تھا۔ اس کانفرنس کے بعد چوں کہ سید صاحب کو مجلس عاملہ کی عظیم ہستیوں کا بھرپور تعاون و مشاورت بھی میسر تھا لہٰذا سید صاحب نے مختلف ذرائع سے ذاتی طور پر رابطہ کر کے بذات خود بریلی شریف جاکر اعلیٰ حضرت کی نایاب کتب اور مخطوطات حاصل کیے جنہیں پاکستان میں اسی ادارے نے شائع کیا۔ ساتھ ہی سید صاحب نے مجلس عاملہ کے تعاون اور حوصلہ افزائی سے ملکی اور غیر ملکی مقتدر شخصیات سے مختلف موضوعات پر مقالے لکھوائے جو معارف رضا

کے سالناموں یا علیحدہ سے کتب کی صورت میں ادارے کی طرف سے شائع کیے گئے۔اس طرح سال بہ سال ادارے کی کامیابیاں بڑھتی رہیں اور ادارے کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

سید صاحب کی شخصیت کا ایک بہت ہی اہم گوشہ میری نظر میں یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے کسی دینی مدرسے سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی، وہ گورنمنٹ آف پاکستان کے ادارے ٹیلیفون انڈسٹری آف پاکستان میں ایک اچھے عہدے پر فائز تھے اور انہیں اردو، انگریزی اور جرمن زبانوں پر عبور حاصل تھا لیکن یہ فیضِ اعلیٰ حضرت تھا کہ سید صاحب اپنے خلوص و محبت اور فکرِ رضا کے فروغ کے مشن کو آگے بڑھانے کے سلسلے میں اپنی پرخلوص کاوشوں کی وجہ سے اہلسنّت و جماعت کے مقتدر علماء و مشائخ میں بھی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ملک کے معروف محققین اور دانشور سید صاحب کو ان کی پرخلوص خدمات اور عاجزی وانکساری کی وجہ سے بے انتہا عزت دیتے تھے۔

سید صاحب نے کبھی اپنی خدمات کا کوئی صلہ نہیں چاہا بلکہ وہ ہر ایک کی خدمت کا اعتراف کرتے، کاوشوں کو سراہاتے اور حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ راقم الحروف سے خصوصی محبت فرماتے تھے۔ادارے کے اسٹاف محمد امتیاز فاروق اور اقبال احمد اختر القادری سے بھی بے انتہاء شفقت سے پیش آتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی حوصلہ افزائی فرماتے، یہی وجہ تھی کہ ادارے سے منسلک تمام لوگ اپنی اپنی سی بھرپور کوششیں تو کرتے مگر ان کاوشوں کا سہرا اپنے سر نہیں بلکہ اس کا کریڈٹ ایک دوسرے کو دیا کرتے، یہی اجتماعی کوششیں، سید صاحب کی

رہنمائی وپذیرائی اور حوصلہ افزائی ادارے کی مزید کامیابیوں کا سبب بنتی گئی۔

سید صاحب نے ہمیشہ اپنے آپ کو تمام گروپ بندیوں سے دور رکھا، وہ تمام علماء اہلسنّت کو انتہائی عزت دیتے، جس کے سبب سید صاحب ایک مستند عالم، مذہبی اسکالر یا مفکر نہ ہوتے ہوئے بھی ان تمام حلقوں میں بڑی قدر کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے اخلاص کی بدولت نہ صرف علمائے اہلسنّت بلکہ اعلیٰ حضرت سے فکر و نظر کا اختلاف رکھنے والے بھی ہر طرح کا تعاون کیا کرتے تھے۔

1990ء میں ادارے کے قیام کو 10 ر سال مکمل ہو چکے تو ادارے کی مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ کیا کہ 1991ء میں ''انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس'' منعقد کی جائے۔ یہ تجویز پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے پیش کی تھی جس کو نہ صرف سب نے سراہا بلکہ اس یقین کا اظہار بھی کیا کہ اس کانفرنس کو شایانِ شان طور پر منعقد کریں گے اور الحمد للہ! سید صاحب اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے اس سال ایک نہیں بلکہ تین کانفرنسیں (یکم۔ 13 اور 17 ستمبر کو) کراچی، لاہور اور اسلام آباد کے اعلیٰ ہوٹلوں میں کامیابی سے منعقد کی گئیں۔ ساتھ ہی سالنامہ معارفِ رضا کے علاوہ 10 دیگر کتب کی اشاعت بھی کی گئی۔

اس عرصے کے دوران (1980ء تا 1991ء) ایک اہم واقعہ یہ ہوا کہ 1987ء میں سید صاحب کا کراچی سے اسلام آباد ٹرانسفر ہو گیا۔ ہر چند کہ ان کے اسلام آباد شفٹ ہونے پر خاصی کمی محسوس ہوئی لیکن سید صاحب نے اسلام آباد پہنچ کر ادارے کی ایک شاخ اپنی رہائش گاہ پر وہاں بھی قائم کر لی اور وہاں بھی نہ صرف یہ کہ امام احمد رضا کانفرنس منعقد کرنے لگے بلکہ اسلام آباد کے

حکومتی اور دینی و علمی حلقوں میں فکر رضا کے فروغ کے لیے کوششیں کرنے لگے،
یوں ان کی کاوشوں سے اسلام آباد میں عقیدت مندانِ اعلیٰ حضرت کا حلقہ وسیع
سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ ان کے اس تبادلے کو ہم سب نے خوش آئند قرار دیا مگر
کسے معلوم تھا کہ عنقریب وہ وقت آیا چاہتا ہے جو سب پر آنا ہے۔
۱۹۹۱ء میں انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کراچی کے بعد سید صاحب
ادارہ کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 29/دسمبر 1991ء میں شرکت فرما کر ۲/
جنوری ۱۹۹۲ء کو اسلام آباد روانہ ہو گئے لیکن زہے نصیب کہ اتنا بڑا پروگرام منعقد
کرواتے ہی سید صاحب کو اچانک دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور یوں
۳/جنوری ۱۹۹۲ء کو وہ اسلام آباد میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون
افسوس کہ سید صاحب کا بڑا مختصر ساتھ رہا، وہ ادارے کے باقاعدہ قیام
اور اس کے بعد ہونے والی ترقی میں صرف 6/سال کی قلیل مدت تک ہماری
سرپرستی فرما سکے۔ یہ خبر ہمارے لیے بہت بڑا سانحہ تھی۔ ان کے جنازے میں
ہزاروں افراد نے شرکت کی، سخی حسن قبرستان' کراچی میں آسودہ خاک کیے گئے۔
سید صاحب جو اپنی ذات میں ایک انجمن ایک ادارہ تھے جو حضور نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے وہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو اچانک ہمارے
ذمہ چھوڑ کر چلے گئے۔ جانا تو ایک دن سب کو ہے مگر سید صاحب اپنے خونِ جگر
سے عشق و محبت کی ایک داستان رقم کر گئے۔ وہ ایک ایسا ادارہ قائم کر گئے جو رہتی
دنیا تک ان کی یاد دلاتا رہے گا۔ ادارہ کے توسط سے جب بھی امام احمد رضا پر کوئی
علمی اور تحقیقی کام منصہ شہود پر آئے گا تو سید صاحب کا نام بھی اس کے ساتھ ضرور

لکھا جائے گا۔

اس بات کا سید صاحب سے محبت کرنے والوں کو ہمیشہ افسوس رہے گا کہ وہ ادارے کے باقاعدہ قیام کے بعد صرف 6 / سال کی قلیل مدت تک ہی ادارے کی ترقیوں کے سفر میں ہمارے ساتھ رہے۔ کاش کہ وہ آج حیات ہوتے تو دیکھتے کہ ان کا لگایا ہوا یہ پودا کس قدر تن آور درخت بن چکا ہے، اس ادارہ کے تحقیقی کاموں کی مہک ملکی اور غیر ملکی سطح پر کہاں تک پھیل چکی ہے۔ سید صاحب بے شک آج ہم میں موجود نہیں لیکن فکرِ رضا کے فروغ کے لیے جلائی ہوئی یہ شمع ہمیشہ روشن رہے گی جس سے ان کی یادوں کے اُجالے محبین اور مخلصین کے قلب و نظر کو منور کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سید صاحب کے درجات بلند سے بلندتر فرمائے، اور ان کے قائم کردہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

لکھا جائے گا۔

اس بات کا سید صاحب سے محبت کرنے والوں کو ہمیشہ افسوس رہے گا کہ وہ ادارے کے باقاعدہ قیام کے بعد صرف 6/سال کی قلیل مدت تک ہی ادارے کی ترقیوں کے سفر میں ہمارے ساتھ رہے۔ کاش کہ وہ آج حیات ہوتے تو دیکھتے کہ ان کا لگایا ہوا یہ پودا کس قدر تن آور درخت بن چکا ہے، اس ادارہ کے تحقیقی کاموں کی مہک ملکی اور غیر ملکی سطح پر کہاں تک پھیل چکی ہے۔ سید صاحب بے شک آج ہم میں موجود نہیں لیکن فکرِ رضا کے فروغ کے لیے جلائی ہوئی یہ شمع ہمیشہ روشن رہے گی جس سے ان کی یادوں کے اُجالے محبین اور مخلصین کے قلب و نظر کو منور کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ سید صاحب کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے، اور ان کے قائم کردہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو مزید ترقیاں عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا سید ریاست علی قادری کی خدمات

(ایک تاریخی جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری...... (صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا)

حضرت مولانا سید ریاست علی قادری نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ابن سید واحد علی قادری رضوی بریلوی 1932ء میں بریلی شہر میں پیدا ہوئے۔ بریلی شریف کے عظیم روحانی فرزندوں حضرت مولانا مفتی محمد حامد رضا قادری رضوی بریلوی (م۔1362ھ/1943ء) ابن حضرت علامہ مولانا امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی (م۔1340ھ/ 1921ء) اور حضرت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی (م۔1402ھ/ 1981ء) ابن امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے زیر سایہ ابتدائی تعلیم و پرورش پائی اور مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی قدس سرہ العزیز سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں بیعت ہو گئے۔ تقسیمِ ہند کے بعد جلد ہی 1948ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے 1959ء میں ٹیلیفون کے محکمہ میں ملازمت اختیار کی اور 1978ء میں پوری فیملی کو لے کر بریلی شریف گئے اور مفتی اعظم ہند سے سب کو بیعت کرالیا اور خود اس دفعہ مفتی اعظم سے سند خلافت حاصل کر کے واپس پاکستان تشریف لائے۔ مرشد کی نظر پہلے ہی حاصل تھی اب خلافت نامہ حاصل کر کے ان کے نورِ نظر بھی ہو گئے اور اس نظر نے مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ کو امام احمد رضا کی تعلیمات

کے فروغ میں مصروف کردیا چنانچہ جلد ہی اللہ تعالیٰ نے ان احباب سے ملاقات کرادی جو پہلے ہی سے امام احمد رضا کی تعلیمات کو فروغ دینے میں مصروفِ عمل تھے۔اوّل آپ کی ملاقات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (م۔2008ء) ابن مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی علیہ الرحمۃ سے ہوئی اور دوسری شخصیت جن سے ان کی ملاقات ہوئی وہ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (م۔1997ء) علیہ الرحمۃ تھے جو خود نہ صرف مولوداً بریلوی تھے بلکہ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں، مولانا حامد رضا خاں بریلوی اور مولانا تقدس علی خاں بریلوی (م۔1987ء) کے صحبت یافتہ تھے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ، مولانا سید ریاست علی قادری سے اپنی پہلی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''1979ء سے قبل سید صاحب سے کوئی تعارف نہ تھا البتہ وہ غالباً فقیر سے واقف تھے۔سن مذکورہ میں وہ بریلی حاضر ہوئے اور وہاں سے امام احمد رضا کے 40 قلمی شروح وحواشی اپنے ساتھ لائے۔یہ ایک نادر ونایاب علمی ذخیرہ تھا وہ سب سے پہلے فقیر کو دکھانا چاہتے تھے۔انہوں نے 1979ء کے اواخر میں فقیر کو کراچی سے سکرنڈ (نواب شاہ) خط لکھا اور آنے کی اجازت چاہی، فقیر تو خود ان علمی خزانوں کا متلاشی تھا، کراچی آیا تو سید صاحب علمی ذخیرہ لے کر غریب خانہ پرتشریف لائے۔یہ تھی پہلی ملاقات، مل کرخوشی پر خوشی ہوئی۔ایک سید صاحب سے ملاقات کی خوشی اور دوسری علمی نوادرات کی زیارت کی خوشی۔ان علمی نوادرات میں منقولات ومعقولات سے متعلق عربی، فارسی اور اردو میں امام احمد رضا کے

40 شروح وحواشی اور تعلیقات شامل تھے۔ سید صاحب نے ان حواشی میں سب سے پہلے ''حاشیہ رسالہ لوگارثم'' کو چھاپنے کا ارادہ ظاہر کیا اور فقیر سے مقدمہ لکھنے کی فرمائش بھی کی، مقدمہ لکھا گیا اور یہ حاشیہ لوگارثم 1980ء میں چھپ کر اہلِ علم میں تقسیم بھی ہوا''۔

(''یادگاری مجلّہ صاحب فیضِ رضا'' مطبوعہ کراچی، 1992ء ص: 23-24)

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے مولانا سید ریاست علی قادری کی امام احمد رضا کی تعلیمات کے فروغ میں دلچسپی کو محسوس کیا اور ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز دی اور ساتھ میں ادارے کا نام بھی تجویز کیا آپ خود اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مقالے میں اظہارِ خیال فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''سید صاحب کے حوصلے بڑھ رہے تھے اور آرزوئیں کروٹیں بدل رہی تھی، امام احمد رضا پر تحقیق کے لیے ایک مستقل ادارے کے قیام کی تجویز ذہن میں آئی فقیر نے اس کا نام ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' تجویز کیا اور یہ ہی نام بعد میں رکھ دیا گیا پھر ایک سالنامہ جاری کرنے کا خیال آیا فقیر نے اس کا نام ''معارفِ رضا'' تجویز کیا اور یہ ہی نام رکھ دیا گیا۔ سید صاحب فقیر سے بڑی محبت رکھتے تھے نہ کوئی بات ٹالتے اور نہ بغیر مشورہ لیے کوئی قدم آگے بڑھاتے''۔

(یادگاری مجلّہ ''صاحبِ فیض رضا''، ص 24)

مولانا سید ریاست علی قادری جو علمی نوادرات بریلی سے لائے تھے وہ تمام نوادرات ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو دکھا کر بہت مطمئن ہوئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب پچھلے دس سالوں سے امام احمد رضا پر تحقیق میں مصروفِ عمل تھے۔ مجلسِ رضا' لاہور ان کی کتب، رسائل اور مقالات برابر

شائع کر رہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے دو اہم مقالات ''فاضل بریلوی اور ترکِ موالات'' اور ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'' شائع ہونے کے بعد شہرتِ دوام پا چکے تھے۔ جس نے علمی دنیا میں امام احمد رضا کو متعارف کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

سید صاحب نے جلد ہی اپنے کئی اہم احباب مثلاً مولانا شفیع محمد قادری حامدی، حضرت شمس بریلوی، حضرت مفتی اطہر نعیمی اور علامہ سید شاہ تراب الحق قادری سے مشورہ کر کے امام احمد رضا کی تعلیمات کے فروغ کے لیے کراچی میں ادارے کی بنیاد 1980ء میں رکھی اور نام ''ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا'' رکھا جس کا آفس خود ان کا اپنا آستانہ نارتھ کراچی کا مکان تھا۔ آپ نے سب سے پہلے امام احمد رضا کا ''لوگارثم'' پر حاشیہ 1980ء میں شائع کیا جس میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا مقدمہ بھی شامل تھا۔

سید صاحب اپنی اس کاوش اور ادارے کے قیام کو اپنے پیرو مرشد حضرت مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی (م۔ 1981ء) کی نظر کرم اور دعاؤں کا ثمرہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''پیشِ نظر ''رسالہ در علم لوگارثم'' آپ کے ہاتھوں تک پہنچا کر میں نے اس کام کی (فروغ تعلیماتِ رضا) کی ابتداء کر دی ہے۔ یہ میرے پیرو مرشد اور روحانی پیشوا حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم کی دعاؤں کا اثر و نتیجہ ہے کہ میں نے اللہ کا نام لے کر اس میدان میں قدم رکھا ہے اس کارِ خیر میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی اس کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ آخر میں محترم المقام جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں

نے اس کارِ خیر میں میری ہر طرح مدد فرمائی اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ دراصل یہ موصوف ہی کے انمول اور قیمتی مشوروں کا نتیجہ ہے کہ پیشِ نظر رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس کتاب کی تیاری میں میری مدد اگر علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی مدظلہ العالی نہ فرماتے تو شاید یہ کتاب منظرِ عام پر نہ آتی۔ اس کتاب کی اشاعت و طباعت کا سارا کام موصوف ہی نے انجام دیا ہے''۔

(سید ریاست علی قادری، حرفِ آغاز ''رسالہ لوگارثم''، ص 5-6، مطبوعہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، 1980ء، کراچی)

مولانا سید ریاست علی قادری نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے قیام کے بعد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مشورے پر ایک سالنامہ ''معارفِ رضا'' نکالنے کا بھی اہتمام کیا اور بہت جلد یعنی 1980ء میں ادارہ قائم کرنے کے بعد 1981ء میں اس کا پہلا شمارہ شائع کر دیا یہ اوّل شمارہ صفر 1402ھ میں شائع ہوا۔ اس شمارے کو مولانا سید ریاست علی قادری اور ان کے انتہائی عزیز دوست مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی مدظلہ العالی نے مرتب کیا۔ ناشر کے طور پر ادارے کا نام ''ادارۂ معارفِ رضا'' لکھا گیا مگر بعد میں اس کا نام ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے مشورے کے بعد ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا رکھ دیا گیا تھا۔ اس کی اشاعت میں بھی علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ کا سید صاحب کو مکمل تعاون حاصل تھا۔ اس اوّل معارفِ رضا کے لیے جن اہلِ قلم نے مقالات قلمبند کیے ان میں حضرت علامہ شمس بریلوی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، پروفیسر ابرار حسین، پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی، علامہ اطہر نعیمی، ڈاکٹر مختار الدین آرزو جیسے

معروف اسکالرز اور محققین کے مقالات شامل تھے۔ اس کے اداریہ میں مرتبین نے ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا قائم کرنے کی وجوہات بتانے کے ساتھ ساتھ ''معارفِ رضا'' کے اجراء پر بھی روشنی ڈالی ہے، ملاحظہ ہو اداریہ سے اقتباس:

''ادارۂ معارفِ رضا گزشتہ ماہ (غالباً 1401ھ) عالم وجود میں آیا ہے اور اس کے چند مخلص اراکین کی اولین کوشش آپ کے سامنے ہے۔ اس کوشش میں ہم نے کتنی کامیابی حاصل کی؟ اس کا فیصلہ آپ پر ہے۔ ادارۂ معارفِ رضا نے اس ''معارفِ رضا'' کو اس جذبے کے ساتھ پیش کیا ہے کہ برصغیر کی اس عظیم المرتبت شخصیت جس کو دنیائے علم و فضل اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ ان کے علمی و عملی کارناموں کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق پیش کیا جائے۔ ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ماسبق میں ایسی نابغہء روزگار شخصیت جن کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے اب تک ان کے بارے میں کوئی شایان شان کام منصۂ شہود پر نہیں آیا''۔ (آگے چل کر مزید رقم طراز ہیں)

''ادارہ نے کوشش یہ کی ہے کہ اس مجلّہ میں فاضل بریلوی قدس سرہ کی ذات اقدس کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے کے لیے اہل علم حضرات کی ان قلمی کاوشوں کو پیش کیا جائے جو قارئین کے لیے مزید معلومات کا سبب بن سکیں۔ زیر نظر مجلّہ (شمارہ 1981ء) میں ملک کے مشہور اہل علم وقلم حضرات کی کاوشیں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں''۔

(اداریہ ''مجلّہ معارفِ رضا'' شمارہ 1981ء، ص:4، مطبوعہ ادارۂ معارفِ رضا، کراچی)

سید صاحب نے ادارے کے قیام کے بعد سالانہ امام احمد رضا کانفرنس کا بھی جلد اہتمام کیا۔ اوّل کانفرنس کی تاریخ معلوم نہ ہوسکی البتہ دوسری کانفرنس تھیوسوفیکل ھال میں 18 دسمبر 1982ء کو منعقد ہوئی۔ بعد میں سید صاحب کانفرنسوں کو کراچی کے ممتاز ہوٹلوں میں لے گئے اور وہاں جو یہ سلسلہ شروع ہوا تو یہ سلسلہ 2010ء تک جاری رہا بعد میں یہ سلسلہ مختلف جامعات میں شروع کیا گیا تاکہ پیاسوں کے پاس جاکر کنواں پیاسوں کو سیراب کرے۔ سید صاحب ''معارفِ رضا'' کے تیسرے شمارے میں دوسری امام احمد رضا کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''پہلے بھی ہماری کوشش یہ ہی رہی ہے اور آج بھی ہمارا مطمع نظر یہ ہی ہے کہ امام احمد رضا کی پُر شکوہ و باوقار شخصیت اور ان کے عظیم علمی وروحانی کارناموں کو اہلِ علم وفن کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے کہ ان کی سیرت وکردار اور دینی وملی خدمات پر جو دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں وہ اُٹھ جائیں تاکہ ان کی خدمات کا حسین مرقع آپ کی نگاہوں کے لیے جنت کا منظر پیش کرسکے۔ زیرِ نظر مجلّہ عہدِ جدید کے تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہے''۔

(سید ریاست علی قادری، اداریہ ''معارفِ رضا''، شمارہ سوم، 1983ء، ص5)

اول سید صاحب ادارہ کو تنِ تنہا چلاتے رہے یہاں تک کہ 1983ء میں احقر اور دیگر کئی لوگ ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ سلسلہ کانفرنس، معارفِ رضا جاری رہا جب کہ گاہے بگاہے اعلیٰ حضرت کی کتب کی اشاعت بھی جاری رہی۔ سید صاحب نے 1986ء میں اس کو ایک رجسٹرڈ ادارہ بنادیا اور اس کی باقاعدہ

مجلس انتظامیہ منتخب ہوئی جس میں سید صاحب بانی وتاحیات صدر مقرر کیے گئے جب کہ راقم اس کا جنرل سکریٹری منتخب ہوا۔ ادارہ جب رجسٹرڈ کرایا جارہا تھا تو اس کے اصول وضوابط بنائے گئے جس میں ادارے کے قیام کی وجہ بھی بتائی گئی یہ تمام اصول وضوابط سید صاحب نے تحریر کیے تھے اس کا ایک اہم اقتباس یہاں پیش کررہاہوں:

''اللہ کی فرمانبرداری رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے اور اطاعتِ رسول، محبتِ رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں، مسلمانوں کا مقصود رضائے الٰہی ہے جو صرف محبت اور اتباعِ رسول ﷺ سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ اسی محبت رسول ﷺ کو عام کرنے اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کا شوق وذوق پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار اولیائے کاملین اور علماء ربانین کو انسانیت کی ہدایت ورہبری کے لیے بھیجا جنھوں نے اپنے علم وعمل سے دین اسلام کی آبیاری کی اور وہ لازوال خدمات انجام دیں جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں اُفق پاک وہند پر امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے نام سے ایک ایسی ہی نابغہ روزگار شخصیت اپنی جلالت علمی کی جلوہ سامانیوں اور عشقِ جمالِ مصطفوی ﷺ کی ضیاباشیوں کے جلو میں اُبھرتی نظر آتی ہے''۔ (آگے چل کر امام احمد رضا کا مختصر علمی تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں)

''امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز بلاشبہ ایک جید عالمِ دین، متبحر حکیم، عبقری فقیہ، صاحب نظر صوفی، مفسر ومترجم قرآن، عظیم محدث اور سحر البیان خطیب تھے۔ اگر ایک طرف وہ تبحر علمی، زہد و

تقویٰ اور روحانی تصرفات کے اعلیٰ اور معیاری نمونہ تھے تو دوسری طرف آقائے دوجہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بے پناہ محبت بھی مثالی تھی۔ انہوں نے اپنی علمی اور روحانی صلاحیتوں اور سیاسی بصیرت و افکار سے مسلمانانِ پاک و ہند میں جو ذہنی انقلاب پیدا کیا اس کی شہادت ہماری پوری صدی دے رہی ہے اور جس کا جیتا جاگتا ثبوت قیامِ پاکستان ہے۔ درحقیقت امام احمد رضا کی شخصیت اتنی ہمہ گیر ہے کہ ان کی سیرت و کردار کے تمام پہلوؤں پر بھرپور روشنی ڈالنا کسی فردِ واحد کے بس کی بات نہیں، اس لیے ایک ادارے کی ضرورت ہے جو مخلص محققین اور اہل علم وفن حضرات پر مشتمل ہو۔ اسی جذبہ کے تحت ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی کا قیام آٹھ سال قبل عمل میں آیا"۔

(سید ریاست علی قادری، ابتدائیہ، اغراض و مقاصد ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، مرتبہ منظور حسین جیلانی، 1987ء، ص: 1-3)

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ادارے کے رجسٹرڈ ہونے کے بعد ادارے کو جب اصول وضوابط کے تحت آگے بڑھایا گیا تو جلد ہی 1991ء میں ادارے نے اپنے قیام کے 11 سال کے بعد انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں منعقد کیں، جس میں نہ صرف ملکی اسکالرز شریک ہوئے بلکہ 12 سے زیادہ مختلف ممالک کے اسکالرز پاکستان تشریف لائے اور مختلف شہروں میں ان سب نے مقالات پیش کیے جو سالنامہ معارفِ رضا 1991ء اور 1992ء میں شائع ہوئے۔

سید صاحب نے جہاں گیارہ سالوں میں ادارے کو اپنے معاون

اراکین کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا اور اپنی انتظامی صلاحیتوں کا لوہا منوایا وہیں انہوں نے تحریر میں بھی کوئی کمی نہ چھوڑی اور رسالہ لوگارثم میں ''حرفِ آغاز'' سے لکھنے کی ابتداء کی اور 11 سال مسلسل لکھتے رہے اور امام احمد رضا کو مختلف جہتوں سے متعارف کرواتے رہے، ہر سال سالانہ امام احمد رضا کانفرنس میں خطبہء استقبالیہ پیش کرتے رہے جو خود ایک مقالہ ہوا کرتا تھا اس کے علاوہ سالنامہ معارفِ رضا کا ہر سال اداریہ لکھتے رہے۔ آپ کی ادارت میں 11 سالنامے معارفِ رضا کے شائع ہوئے ان میں سے 1981ء۔ 1985ء صرف اردو مقالات پر مشتمل تھے جب کہ 1986ء سے اس سالنامے میں انگریزی سیکشن کا بھی اضافہ ہوا جو مسلسل چلتا رہا یہاں تک کہ 2000ء کے بعد انگریزی معارفِ رضا الگ شائع ہونا شروع ہوا جو 2012ء تک جاری رہا۔ سید صاحب کی تحریر سے متعلق پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کے تاثرات ملاحظہ کریں:

''سید صاحب منتظم تو تھے ہی مگر قلمکار بھی تھے۔ 1980ء سے قبل انھوں نے اپنے مرشد طریقت حضرت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ کے حالات پر ایک مختصر کتاب لکھی تھی۔ ادارے کے قیام کے بعد وہ مستقل لکھنے لگے۔ ان کے مضامین، مقالات پاک و ہند کے جرائد و اخبارات میں شائع ہونے لگے جو ان کے ہمہ گیر تعارف کا ذریعہ بھی بنے اور وہ مقبول اور محبوب ہو گئے''۔

(یادگاری مجلّہ، صاحب فیض رضا، ص:27)

سید صاحب کے ایک دیرینہ بزرگ دوست حضرت علامہ شمس بریلوی کے سید صاحب سے متعلق تاثرات ملاحظہ کریں جس میں انہوں نے سید صاحب کے 11 سالوں کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

''سید ریاست علی قادری مرحوم شبانہ روز محنت سے ادارے کو ایک عالمی شہرت گیر ادارہ بنانا چاہتے تھے اور ان کا مقصد خاص یہ تھا کہ اس ادارے کے ذریعہ امام احمد رضا جیسے نابغہ روزگار فقیہ محدث کی تصانیف منظر عام پر لاکر یہ ثابت کریں کہ امام احمد رضا کو محض ایک نعت نگار سمجھنے والے کس قدر جہل و نادانی میں مبتلا تھے۔ میں ہر منزل پر ان کے ساتھ رہا۔ مجلّہ ''معارفِ رضا'' کے لیے مضامین کی نگارش کے ساتھ ساتھ دوسرے حضرات سے مضامین کا حصول، کتابت کے مرحلہ پر کاتبوں کی نایابی اور ان کی ناز برداریاں پھر طباعت کی منزل ان سب مرحلوں میں، میں نے ان کو مایوس نہیں دیکھا معارفِ رضا کے دو تین سالناموں کے اجرا کے بعد ہی اس کو ایک باقاعدہ تنظیم کے تحت لایا گیا، ادارے کے سرپرست حضرات کا انتخاب (مفتی تقدس علی خاں، ڈاکٹر مسعود احمد، حضرت شمس بریلوی، الحاج حمید اللہ قادری حشمتی) ادارے کے اراکین کا تعین، ادارے کا رجسٹریشن (منظور حسین جیلانی کی کاوشوں سے) اور ادارے کے لیے ایک جداگانہ مقام (آفس)، ان تمام امور کو سید صاحب مرحوم نے بڑی تندہی اور دل جمی سے انجام دیا۔ سالانہ کانفرنسوں کی بنا ڈالی گئی اور کراچی کے معتبر، مشہور اور شاندار ہوٹلوں میں سے کسی ایک میں ہر سال اس جلسہ عظیم کا انعقاد ہونے لگا''۔ (آگے چل کر مزید رقم طراز ہیں) ''ادھر سید صاحب مرحوم کی کوشش اور ان کے رفقاء کار کی حمایت و تعاون سے سالانہ مجلّہ معارف رضا کے ساتھ ساتھ ہر سال چند کتابیں اس نابغہ روزگار شخصیت کے فضل و کمال کے مختلف

گوشوں کو اُجاگر کرتی ہوئی منصۂ شہود پر لائی جاتیں جو بغیر کسی قیمت کے جلسے میں تقسیم کردی جاتیں۔ اس مد میں مشہور قلم کار ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی مطبوعات نے اس عبقری دوراں کی شخصیت کو روشناس کرانے میں کلیدی کردار انجام دیا اور اس اہتمام کا سہرا سید ریاست علی قادری مرحوم کے سر ہے''۔ (یادگاری مجلّہ، صاحب فیضِ رضا، ص:20-21)

سید صاحب کے مقالات جو معارفِ رضا میں شائع ہوئے:

(1) امام احمد رضا ایک عظیم مسلمان سائنسداں، شمارہ، معارفِ رضا، 1981ء
(2) مخطوطاتِ امام احمد رضا، شمارہ 3، معارفِ رضا 1983ء
(3) امام احمد رضا اردو کے صاحب طرز انشاء پرداز، معارفِ رضا، 1983ء
(4) امام احمد رضا اپنی تصانیف کے آئینہ میں، معارفِ رضا، 1985ء
(5) مجددِ دین وملت امام احمد رضا بحیثیت سائنسداں، حکیم و فلسفی، 1986ء
(6) امام احمد رضا کے خلیفہ شاہ عبد العلیم صدیقی، معارفِ رضا، 1984ء
(7) امام احمد رضا کی جدید علوم پر دسترس، معارفِ رضا، 1991ء
(8) امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، اول، مرتبہ سید ریاست علی قادری، 1985ء
(9) امام احمد رضا کے نثری شہ پارے، مرتبہ سید ریاست علی قادری، 1984ء

ان کے علاوہ ہر سال نفرنس کے موقع پر جو آپ خطبہء استقبالیہ پیش کرتے تھے وہ تمام بھی معارفِ رضا کے شماروں میں شائع ہوئے ہیں۔

مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ نے ایک اور اہم کارنامہ یہ انجام دیا کہ 1981ء سے مختلف اخبارات میں اور خاص کر روزنامہ جنگ میں امام احمد رضا کے وصال کے موقع پر امام احمد رضا ایڈیشن کا اہتمام کرایا جس میں وہ

خود بھی مقالہ تحریر کرتے اور دیگر مقالہ نگاروں سے بھی لکھواتے اور اخبار میں شائع ہوتے تو پھر دنیا بھر میں لوگوں کو پڑھنے کا موقع ملتا اور امام احمد رضا کے علمی کارناموں سے واقف ہوتے الحمدللہ! یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ہر سال 25 صفر المظفر کو اخبار جنگ میں پورا ایک صفحہ امام احمد رضا ایڈیشن کے نام سے شائع ہوتا ہے اس اہم کارنامے کے بانی بھی مولانا سید ریاست علی قادری ہی ہیں۔ اس کام کو پائے تکمیل کرانے میں تحریک عوام اہل سنّت کے محترم شہید محمد حنیف بلّو کا نام ضرور شامل کرونگا کہ ہماری صحافتی خبروں کو آپ ہی کے ذریعہ اخبارات میں طباعت کی آسانی تھی۔ اللہ تعالیٰ حاجی محمد حنیف بلّو کی خدمات قبول فرمائے آپ نے ١٢ ربیع الاول کے جلسہ ۲۰۰۵ء میں نشتر پارک میں جامِ شہادت نوش کیا تھا۔

مولانا سید ریاست علی قادری کی اول تحریر 1979ء کی ملی ہے یہ ایک کتابچہ ہے جو آپ نے اپنے پیرو مرشد حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری المعروف مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھا تھا اس کے بعد اخبارات اور مختلف دینی جرائد میں مقالات لکھتے رہے مگر 1980ء کے بعد آپ کا قلم صرف تعلیماتِ رضا کے لیے وقف ہوگیا تھا۔ آپ کے وصال پر چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ جسٹس میاں محبوب احمد نے آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا:

> ”دنیا میں بہت سے وجود ایسے ہوتے ہیں جو اپنی پذیرائی اور پاکیزہ تاثر کی صفات حسنہ سے متصف ہیں ان کی فکر و نظر اور اعمال ایک یادگار اور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی قبیل کی ایک نامور شخصیت ریاست علی قادری مرحوم تھے“۔ (یادگاری مجلہ، صاحبِ فیضِ رضا، ص 41)

ناشرِ رضویات

مولانا سید ریاست علی قادری

(بانی: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان)

از......ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

ضبط کن تاریخ پائندہ شو
از نفس پائے امید و زندہ شو

ایک زمانہ تھا کہ جدید علوم کی درس گاہوں اور صاحبانِ قلم وقرطاس کی مجالس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نور اللہ مرقدہ کی شخصیت شجر ممنوعہ تھی......اگر کوئی مانتا بھی تھا تو صرف یہ کہ وہ صرف ایک نعت گو عالم دین تھے اور بس......اہل سخن وادبا ان کی خدمات سے ناواقف سے تھے......جس کی اولین وجہ یہ تھی کہ ہم ان کے افکارِ عالیہ کو احسن طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کرنے سے قاصر رہے تھے۔

مگر آج صورتحال مختلف ہے، اب جدید جامعات کے ہر شعبۂ علم وفن میں امام احمد رضا کے حوالے سے اسکالرز ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے تھیس لکھ رہے ہیں......ادب وسخن کی کوئی محفل با رونق نہیں ہوتی جب تک وہاں امام احمد رضا کے نام وکلام کی صدا نہ گونجے......حتیٰ کہ آج ایوانِ اقتدار کا آغاز بھی کلام امام احمد رضا سے کیا جانے لگا......چنانچہ پاکستان میں ۲۰۱۸ء کے الیکشن کے بعد وجود میں آنے والی قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس منعقدہ ۱۳/اگست ۲۰۱۸ء کے آغاز پر تلاوت قرآن کریم کے ساتھ امام احمد رضا کی یہ مشہور زمانہ نعت شریف

اسمبلی کے فلور سے پڑھی گئی۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

یہ حسین تبدیلی خود بخود اور یونہی نہیں ہوگئی...... اس کے پیچھے چند دور اندیش و مخلص شخصیات کی کوششیں کارفرماں ہیں جن میں اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، اُستاذی علامہ عبدالحکیم شرف قادری، مفتی عبدالقیوم ہزاروی اور مولانا سید ریاست علی قادری علیہم الرحمۃ ممتاز و نمایاں ہیں۔

آج دنیائے رضویت مولانا سید ریاست علی قادری پر نازاں ہے کہ آپ کا قائم کردہ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' پاک و ہند ہی نہیں پوری دنیا میں امام احمد رضا پر اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے جو امام احمد رضا پر علمی تحقیق کرتا بھی ہے اور تحقیق کرنے والوں کی معاونت بھی کرتا ہے...... اس ادارے نے دنیا بھر میں نہ صرف امام احمد رضا کے حامی و مخالفین بلکہ غیر مسلم دانشوروں کو بھی امام احمد رضا کی طرف متوجہ کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج مشرق سے مغرب اور عجم سے عرب تک ساری دنیا میں امام احمد رضا کی کتب اور ان کے دینی و علمی افکار و کارناموں پر تحقیقی کام ہو رہا ہے...... جس کی تفصیلات ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی اپنے ''مجلہ' امام احمد رضا کانفرنس'' اور ''معارف رضا'' میں وقتاً فوقتاً شائع کرتا رہتا ہے...... عالمی سطح پر ہونے والے کام کی مزید تفصیلات کے لیے پرفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی ''امام احمد رضا اور عالمی جامعات'' اور راقم الحروف کا رسالہ ''امام احمد رضا اور جامعہ الازھر'' ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

مولیٰ تعالیٰ مولانا سید ریاست علی قادری کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے...... وہ ۲۷ رجون ۱۹۳۲ء کو محلہ شاہ آباد بریلی شریف کے ایک ادبی

خانوادہ میں پیدا ہوئے اور ۳ر جنوری ۱۹۹۲ء کو اسلام آباد (پاکستان) میں وصال فرمایا اور کراچی میں سپردِ خاک کیے گئے...... انہوں نے والدین کے زیرِ سایہ رہ کر بریلی شریف میں پرورش پائی...... امام احمد رضا کے منظورِ نظر مرید و تلمیذ مولانا سید ایوب علی رضوی علیہ الرحمۃ آپ کے نسبتی ہمشیر زادہ تھے...... مولانا سید ایوب علی رضوی، بہاری پور بریلی شریف میں پیدا ہوئے، اسکول میں مڈل تک تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ اسلامیہ اسکول بریلی شریف میں پڑھاتے بھی رہے، پھر دینی تعلیم کی طرف رجوع کیا...... امام احمد رضا سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تو اپنے آپ کو بارگاہِ رضوی کے لیے وقف کر دیا، جماعت رضائے مصطفیٰ، بریلی شریف کے رکن بن کر شہزادۂ امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری کے ساتھ شدھی تحریک کے انسداد میں بھرپور حصہ لیا اور اس کی تفصیلات ہفتہ روزہ اخبار دبدبۂ سکندری، رامپور، ماہنامہ یادگارِ رضا، بریلی شریف میں شائع کراتے رہے، جماعت رضائے مصطفیٰ کی تمام روئداد موصوف ہی ترتیب دیا کرتے تھے...... انہیں شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا، چنانچہ ان کا ایک دیوان ''باغِ فردوس'' (۱۳۳۵ھ) کے نام سے شائع ہوا تھا جو ''شمائمِ بخشش'' کے نام سے بعد میں کراچی سے بھی شائع کیا گیا...... قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں آ کر بس گئے تھے...... ۲۶ر رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ/ ۲۶ر نومبر ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ الوداع نماز فجر سے قبل وصال فرمایا اور لاہور کے مشہور میانی صاحب قبرستان میں آسودہ خاک کیے گئے۔

مولانا سید ریاست علی قادری کے والد ماجد سید واحد علی قادری اور والدہ ماجدہ دونوں ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی سے بیعت اور سچے پکے سنی مسلمان تھے...... معروف ادیب و صحافی سید الطاف علی بریلوی، سید صاحب

کے ماموں تھے، وہ بھی پاکستان آکر بس گئے تھے جن کا ۱۴۰۸ھ کو کراچی میں انتقال ہوا...... سید الطاف علی بریلوی آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سکریٹری جنرل اور سہ ماہی ''العلم'' کراچی کے مدیر بھی تھے...... موصوف نے اپنی جوانی میں امام احمد رضا کا زمانہ پایا اور امام احمد رضا سے فکری اختلاف کے باوجود ان کے جنازے میں شرکت کو سعادت جانا۔

مولانا سید ریاست علی قادری نے قرآن کریم، ابتدائی اردو کی تعلیم اپنے محلے ہی میں حاصل کی، اسلامیہ ہائی اسکول بریلی شریف سے میٹرک کیا جہاں انہیں علامہ شمس الحسن شمس بریلوی جیسے استاد کی صحبت میسر رہی...... میٹرک کے فوراً بعد ۱۹۴۸ء میں پاکستان نقل مکانی کر آئے، یہاں انٹرمیڈیٹ اور ڈپلومہ آف الیکٹرک انجینئرنگ کیا، گوتھے انسٹی ٹیوٹ کراچی سے جرمن لینگویج کورس کی تعلیم حاصل کی، بعدہ جرمنی جاکر ٹیلی کمیونیکیشن سرٹیفکیٹ حاصل کیا...... وہاں پر جرمنی سے انگلش مترجم کی حیثیت سے چار سال کام کیا، پاکستان آنے کے بعد کچھ عرصہ جرمنی سے انگریزی میں تراجم کا کام کیا، پھر محکمہ ٹیلی فون میں ملازمت اختیار کر کے بحیثیت منیجر اور ڈائریکٹر فرائض انجام دیتے رہے...... سید صاحب اردو، فارسی، انگلش، جرمنی وغیرہ زبانوں پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔

ہجرت پاکستان کے بعد ۱۹۵۶ء میں سید صاحب بریلی شریف حاضر ہوئے اور شہزادۂ امام احمد رضا، حضور مفتی اعظم ہند سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ میں شرف بیعت حاصل کیا...... بعد میں حضور مفتی اعظم ہند نے سلسلہ قادریہ رضویہ میں اجازت وخلافت سے نواز کر اپنا عمامہ، جبہ، ٹوپی، جائے نماز، رومال اور دیگر تبرکات عنایت فرما کر سرفراز فرمایا۔

سید صاحب نے امام احمد رضا کے بڑے شہزادے حجۃ الاسلام علامہ محمد

حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی زیارت بھی کی تھی، حجۃ الاسلام بریلی شریف میں آپ کے گھر خود تشریف لایا کرتے تھے، چنانچہ سید صاحب حجۃ الاسلام کی زیارت کے حوالے سے فرماتے تھے کہ:

"میں نے زندگی میں حضرت حجۃ الاسلام سے زیادہ خوب صورت، حسین وجمیل اور روحانی شخصیت نہیں دیکھی وہ حسین نہیں بہت حسین وجمیل اور خوبرو تھے، اس دور میں علامہ الازہری (مفتی محمد اختر رضا خاں) میں ان کی کچھ جھلک پائی جاتی ہے"۔

سید صاحب ایک اچھے مضمون نگار، صحافی، ادیب، مقالہ نگار، محقق اور مبصر ہونے کے ساتھ مسجد الحسین' اسلام آباد (پاکستان) کے خطیب بھی رہے...... انہیں زمانہء طالب علمی ہی سے مضامین لکھنے کا شوق تھا، ان کے مضامین ملک و بیرون ملک کے اخبارات ورسائل میں برابر شائع ہوتے رہتے تھے جیسے ماہنامہ سنی دنیا بریلی، ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، روزنامہ جنگ، نوائے وقت، امن، حریت کراچی، ماہنامہ نقوش لاہور، روحانی ڈائجسٹ کراچی، اُفق کراچی، تاجدار حرم کراچی، نوائے نعت لاہور، سالنامہ معارف رضا کراچی، ماہنامہ استقامت کانپور وغیرہ...... ایک اندازے کے مطابق ان کے مضامین ومقالات کی تعداد تین سو سے زائد ہوگی...... تحریر کے ساتھ انہیں تقریر کا فن بھی آتا تھا وہ ایک اچھے مقرر وخطیب بھی تھے، انہوں بے شمار کانفرنسوں میں مندوب، مقرر اور مقالہ نگار کی حیثیت سے شرکت کی۔

سید صاحب نے آل پاکستان مقابلہ حمد ونعت' زیر اہتمام حبیب بینک لمیٹڈ منعقدہ ۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۸ء کراچی میں بحیثیت منصف کے خدمات انجام

دیں...... ریڈیو پاکستان کراچی، راولپنڈی سے بھی خدمت دین کا فریضہ انجام دیا...... سیرت کانفرنس ۱۹۸۷ء وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، اسلام آباد میں میڈل، شاہ عبداللطیف بھٹائی کانفرنس ۱۹۸۶ء کراچی میں خصوصی شیلڈ اور اولیاء کانفرنس کراچی میں اعزازی سند اور دیگر تمغات سے نوازے گئے...... آپ کی تصنیفات و تالیفات اور اخباری مضامین خاص و عام میں خاصے مقبول تھے...... مختلف کتابوں پر تقاریظ، پیش لفظ، مقدمے اور اداریے بھی لکھے جیسے:

۱) تحریک آزادی ہند، مصنفہ پروفیسر حسنین کاظمی

۲) علم ریاضی پر رسالہ لوگارتھم

۳) سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نازک لمحات کی میزان پر

۴) مفتی اعظم ہند (سوانح مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان)

۵) امام احمد رضا کے نثری شہ پارے

۶) سالنامہ معارف رضا کراچی

۷) مجلّہ سیرت (وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد)

۸) مجلّہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۹) تجلیاتِ نوری (از: اقبال احمد اختر القادری) وغیرہم

وہ وقت کے قدر داں تھے، ان کی زندگی نہایت مصروف تھی، وہ کئی اداروں اور تنظیموں سے وابستہ تھے جو ان کے اعلیٰ ذوق اور قابلیت کا ثبوت ہے:

۱) اعزازی مشیر، مجلّہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم (سالنامہ) اسلام آباد

۲) مشیر اعلیٰ، ماہنامہ نوائے نعت، کراچی

۳) رکن مجلس ادارت سالنامہ معارف رضا، کراچی

۴) جنرل سکریٹری، تصوف اکیڈمی پاکستان، کراچی

۵) رکن وفاق الصوفیہ، کراچی

۶) رکن ومشیر دائرۃ المصنفین ، کراچی

جیسا کہ شروع میں عرض کیا کہ ایک زمانہ تھا کہ جدید علوم کی درس گاہوں اور صاحبانِ قلم وقرطاس کی مجالس میں امام احمد رضا کی شخصیت شجر ممنوعہ تھی...... جب سید صاحب کو اس کا ادراک ہوا تو انہوں نے اس کا ہر ممکن تدارک کرنے کی ٹھان لی اور اسی جذبہ کے تحت ۱۹۸۰ء میں ''ادارۂ معارفِ رضا'' کراچی کا قیام عمل میں آیا جس نے جلد ہی ''لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا'' کے مصداق ایک دینی وعلمی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کی شکل اختیار کرلی۔

اس ادارہ نے امام احمد رضا کی شخصیت، ان کے افکارِ عالیہ اور عالمگیر دینی وعلمی کارناموں کو اس احسن انداز سے دنیا کے سامنے متعارف کرایا کہ سب ان کی خداداد علمی صلاحیتوں میں رطب اللسان ہو گئے...... تفصیلات کے لیے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب ''گویا دبستاں کھل گیا'' اور راقم کے رسالے ''بات میری نہیں' بات ہے زمانے کی'' اور ''احمد رضا بریلوی اور حکومت پاکستان'' ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں...... سید صاحب نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں اس ادارہ کے تحت ۱۹۸۰ء میں سالنامہ معارف رضا کا اجراء کیا' جس میں معروف محققین، علماء ومشائخ اور دانشوروں کے مقالات شائع کیے' تو سیدی اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علامہ شمس الحسن شمس بریلوی، علامہ مفتی تقدس علی خاں، الحاج شفیع محمد قادری، الحاج فتح محمد رضوی اور الحاج حمید اللہ قادری حشمتی جیسی مخلص شخصیات نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے نہ صرف ان سے بھرپور تعاون کیا بلکہ ہمیشہ کے لیے ان کے دست وبازو بن گئے...... ان حضرات کے اس محبت

بھرے اخلاص سے سید صاحب کا حوصلہ اور بلند ہو گیا اور انہوں نے سرکاری سطح پر کیے جانے والے سیمینارز کی طرز پر ''امام احمد رضا کانفرنس'' کرنے کی داغ بیل ڈال لی...... سید صاحب اور ان کے رفقائے ادارہ کی جانکاہ محنت سے معارف رضا کو جلد ہی عالمی شہرت مل گئی...... زہے نصیب کہ راقم الحروف جیسے کم علم، بے ہنر و بے تمیز کو ۱۹۸۷ء میں ادارہ کا اولین اسسٹنٹ آفس سکریٹری اور پھر ۱۹۹۲ء میں مرکزی آفس سکریٹری مقرر کیا گیا...... ۲۰۰۰ء میں فقیر نے مجلس عاملہ کو تجویز پیش کی کہ اب امام احمد رضا پر اس قدر تیزی سے کام ہو رہا ہے کہ سال بھر اس کی تشہیر و اشاعت کا انتظار نہیں کیا جا سکتا لہٰذا معارف رضا کو ماہانہ کر دینا چاہیے...... اسے مشکل کام گردانتے ہوئے تحفظات کا اظہار تو کیا گیا مگر ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر عزیزم اقبال قادری اس کی ذمہ داری اُٹھا سکتے ہیں تو ضرور نکالا جائے...... فقیر نے فوراً حامی بھر لی...... کیونکہ اس وقت ادارہ کی مجلس عاملہ علم پرور حضرات پر مبنی تھی، سو سب نے اس حامی و ذمہ داری کو سراہا...... اولین صاحبزادہ وجاہت رسول قادری، مدیر علیٰ، پروفیسر مجید اللہ قادری، مدیر اور راقم الحروف (اقبال احمد اختر القادری) نائب مدیر منتخب ہوئے...... یوں ۲۰۰۰ء سے معارف رضا کو نہ صرف ماہوار شائع کیا جانے لگا بلکہ سالانہ شمارے کا تسلسل بھی برقرار رکھا گیا جو تا حال جاری ہے۔

سید صاحب کی مساعی سے معارف رضا کے اجراء و اشاعت کے بعد ہر سال عرس امام احمد رضا کے موقع پر ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد افکارِ امام احمد رضا کی مثبت ترویج و اشاعت کی ایک ٹھوس حقیقت بن کر سامنے آیا، جسے سب نے بے حد سراہا...... اہل علم و دانش اس کانفرنس کی بدولت امام احمد رضا کے تبحر علمی اور ان کی گرانقدر دینی و علمی خدمات اور افکار عالیہ سے باحسن آگاہ و متاثر

ہوئے اور چند سالوں میں اس کانفرنس کے عالمی سطح پر بڑے مثبت نتائج برآمد ہوئے...... سید صاحب نے اپنے رفقاء ادارہ کی مشاورت اور کوششوں سے ۱۹۹۱ء میں ''امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس'' کا انعقاد بھی کیا جس کے تین سیشن بالترتیب کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں منعقد ہوئے جس میں پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا، ملائیشیا، امریکہ، انگلینڈ، کویت، اردن وغیرہ ممالک کے اسکالرز نے تشریف لاکر امام احمد رضا کے حوالے سے مقالات پیش کیے۔

سید صاحب نے امام احمد رضا کے حوالے سے ایم۔فل، پی۔ایچ۔ڈی یا کوئی اور علمی و تحقیقی کام کرنے والے اسکالرز کو ہر سال ''امام احمد رضا گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ'' دینے کی داغ بیل بھی ڈالی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے اب تک بیسیوں افاضل کو یہ گولڈ میڈل پیش کر چکا۔

سید صاحب کو امام احمد رضا سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ تھا، وہ جہاں جاتے' اسی پر بات کرتے، جس سے ملتے' امام احمد رضا کا تذکرہ ضرور کرتے، ان کے امام احمد رضا سے اس قدر قلبی لگاؤ پر جب کسی نے استفسار کیا تو ایک جگہ لکھا:

> ''میں نے اپنی زندگی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا کے مشن کی ترویج و اشاعت کے لیے وقف کر دی ہے''۔

سید صاحب اور ان کے قائم کردہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے قلیل مدت میں وہ انقلابی خدمات انجام دیں جو اس سے پہلے کوئی ادارہ نہ کر سکا تھا ......اس ادارہ نے مسلسل جدو جہد کر کے کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور سنڈیکیٹ کمیٹی کو اعتماد میں لے کر امام احمد رضا کی خدمات کے اعتراف میں ''امام احمد رضا چیئر'' کے قیام کی منظوری لی اور پھر ۱۹۸۷ء میں کراچی یونی ورسٹی کی طرف سے اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا' یہ الگ بات کہ اس سمت بعض وجوہ کی بنا پر

مزید پیش رفت نہ ہوسکی۔

سید صاحب کے اس ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے معاشرے کے ہر طبقہ کو امام احمد رضا سے احسن انداز میں متعارف کرانے کی بھرپور کوشش کی، اس سلسلے میں اہم شخصیات کو امام احمد رضا کی کتب پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اہم اداروں کی لائبریوں میں نہ صرف امام احمد رضا کی کتب رکھوائیں بلکہ انہیں نمایاں طور سے رکھنے کے لیے باقاعدہ الگ سیکشن قائم کرائے گئے...... ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے عالمی نوعیت کے علمی وادبی مرکز ''مدینۃ الحکمت کراچی'' اور ''سندھ ہائی کورٹ بار کراچی'' کی مرکزی لائبریری میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی طرف سے امام احمد رضا اور دیگر علماء اہل سنت کی سیکڑوں کتب معہ الماری پیش کی گئیں...... مدینۃ الحکمت میں ملک و بیرون ملک سے آنے والے اہل علم و دانش اور سندھ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن لائبریری میں ملک کے سینئر جج اور وکلا آج بھی ان کتب سے فیضیاب ہورہے ہیں۔

جب ۱۳؍مئی ۱۹۸۹ء کو ''لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز' لندن'' میں ''تھرڈ لندن ایگزی بیوشن آف بکس فرام پاکستان'' کے نام سے کتابوں کی نمائش ہوئی تو سید صاحب کے اس ادارہ نے کوشش کرکے امام احمد رضا کی اپنی اور ان پر لکھی گئی لاتعداد اردو، عربی اور انگریزی کتابیں اس نمائش میں رکھوائیں...... اس طرح یہ پہلا موقع تھا کہ لندن کی کسی نمائش میں امام احمد رضا سے متعلق کتابیں نمائش کے لیے رکھی گئی تھیں...... پھر جب نمائش ختم ہوگئی تو ادارہ کی طرف سے وہ سب کتب ''لندن سینٹر برائے پاکستان اسٹڈیز' لندن'' کی لائبریری کے ذخیرہ کتب میں داخل کرادی گئیں، جہاں آج بھی متلاشیانِ حق رہنمائی پارہے ہیں۔

سید صاحب کے اس ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے کوشش کرکے

''امریکن کانگریس لائبریری' کراچی'' اور پھر اس کے ذریعے ''امریکن کانگریس لائبریری' امریکہ'' میں بھی امام احمد رضا کی اپنی اور ان پر لکھی گئی لاتعداد اردو، عربی اور انگریزی کتابیں پہنچانے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

سید صاحب کے اس ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا نے پاکستان کے سب سے بڑے قانون ساز ادارے ''پارلیمنٹ ہاؤس آف پاکستان' اسلام آباد' کی مرکزی لائبریری کے لیے جولائی ۱۹۹۱ء میں امام احمد رضا کی اپنی اور ان پر لکھی گئی لاتعداد اردو، عربی اور انگریزی کتابوں کے ساتھ ساتھ دیگر علماء اہل سنت کی کتابوں کا تحفہ پیش کیا جو قومی اسمبلی لائبریری کو پیش کی جانے والی کتب میں سب سے بڑا تحفہ قرار دیا گیا۔

آج کل تو میڈیا اور انٹرنیٹ کا دور دورہ ہے، لاتعداد ٹی وی چینلز چوبیس گھنٹے اپنی نشریات چلاتے رہتے ہیں، جگہ جگہ نمائندے اور کیمرہ مین و رپورٹر موجود ہیں...... مگر سید صاحب کے اس ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا کمال یہ ہے کہ اس نے ۱۹۸۹ء میں صاحبزادہ وجاہت رسول قادری کی قیادت میں ایک وفد بریلی شریف بھیج کر پیشہ ور کیمرہ مینوں کی مدد سے امام احمد رضا کے مزار شریف، جائے ولادت، دار العلوم منظر اسلام اور دیگر متعلقہ مقامات کی عکس بندی کرائی اور پاکستان ٹیلی ویژن کو اسے نشر کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے بلا معاوضہ پیش کر دی جو ماشاء اللہ پاکستان ٹیلی ویژن کراچی سینٹر نے ۲۲ر جولائی ۱۹۸۹ء کو اپنے مشہور معلوماتی پروگرام ''ٹی وی انسائیکلو پیڈیا'' میں قومی نشریاتی رابطے پر تعارفی اسکرپٹ کے ساتھ نشر کی، جس کا دورانیہ تقریباً ۱۵ر منٹ تھا...... اس دستاویزی فلم کی نمائش اس وقت کے لحاظ سے خاص اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعے کل پاکستان بنیاد پر پہلی مرتبہ الیکٹرونک میڈیا پر امام احمد رضا کا بھرپور تعارف پیش کیا گیا......

پھر جب سید صاحب کا دفتری ذمہ داریوں کے سبب اسلام آباد تبادلہ ہوگیا تو وہاں بھی آپ کی کوششوں سے پاکستان ٹیلی ویژن اسلام آباد سینٹر کے علمی پروگرام ''کتابوں پر تبصرہ'' میں اپریل ۱۹۹۱ء میں امام احمد رضا کی مایہ ناز تصنیف ''فتاویٰ رضویہ'' پر علمی مذاکرہ نشر کیا گیا جس میں آپ نے خود امام احمد رضا اور فتاویٰ رضویہ کا بھرپور تعارف پیش کیا۔

سید صاحب کی ذات میں عاجزی و انکساری نمایاں تھی جس کی بدولت جو بھی ان سے ملتا' گرویدہ ہو جاتا، حتیٰ کہ علماء و مشائخ بھی ان سے بڑی خندہ پیشانی سے ملا کرتے تھے خاص کر علامہ مفتی تقدس علی خاں، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، علامہ شمس الحسن بریلوی...... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی مجلس عاملہ کے تمام حضرات بھی ان کی بیحد قدر و منزلت کیا کرتے تھے، چنانچہ سید صاحب کی حیات میں اس وقت ادارہ کے فنانس سکریٹری اور ناظم مجلّہ منظور حسین جیلانی صاحب نے ''مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء'' میں سید صاحب کا جس انداز میں تعارف لکھا' اس سے مجلس عاملہ کے اخلاص کا پتہ چلتا ہے، اس تعارف میں وہ لکھتے ہیں:

> ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا قدس سرہ کو اگر ایک جسد سے تعبیر کیا جائے تو ہمارے سید صاحب اس کی روح ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی یہ وہ شہ رگ ہیں کہ اُس کے سارے جسم میں اِس کے ذریعے خون پہنچ رہا ہے۔۔۔
>
> ۔۔۔دنیائے رضویت سید صاحب کی ذات پر نازاں ہے اور ان کے فروغ عمل کے لیے دعا گو ہے۔ اللہ تعالیٰ سید صاحب کو اس راہ میں حسبِ دلخواہ کامرانیوں سے ہمکنار

فرمائے۔ ؎ ایں دعا از من جملہ جہاں آمین باد ''

پھر ۳ رجنوری ۱۹۹۲ء کو جب سید صاحب وصال فرما گئے تو اس وقت کے صدرِ ادارہ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری صاحب نے ''مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء'' کے سخن ہائے گفتنی میں سید صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:

''قارئین محترم آج تک ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کے پلیٹ فارم سے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی شخصیت ان کی فکر اور انکے علمی آثار اور کارناموں پر تحقیق وتدقیق اور تصنیف و تالیف کا جو کچھ بھی کام ہوا ہے اس کے پیچھے جو روح رواں کارفرما تھی، وہ تھی ادارہ کے بانی وصدر حضرت سید ریاست علی قادری کی جو آج جسمانی طور سے ہم میں موجود نہیں ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ آج ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کی صورت میں جو ثمر دار درخت نظر آرہا ہے وہ سید صاحب مرحوم ومغفور کی ہی پرخلوص جدوجہد اور کدوکاوش کا نتیجہ ہے ۳ رجنوری ۱۹۹۲ء کو سید صاحب کی اس دارفانی سے رحلت اگرچہ ادارہ کے لیے ایک بڑا سانحہ ہے اور ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی شاید مدتوں نہ ہوسکے لیکن ادارۂ ھذا کی صورت میں ان کا نام ان شاء اللہ ہمیشہ جگمگاتا رہے گا۔ سید صاحب مرحوم ومغفور کا تعلق اس گروہِ اصفیاء سے ہے جن کا مسلک عشق ومحبت ہے، جو کفر وضلالت اور نفرت وعداوت کے اندھیروں میں عشق الٰہی اور محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چراغ جلاتے ہیں، وہ اگرچہ آج ہم میں نہیں ہیں، لیکن

''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا'' کی صورت میں ان کے جلائے ہوئے اس چراغ سے ہم کسب فیض کرتے رہیں گے اور اس چراغ سے مزید چراغ جلاتے رہیں گے۔ ان شاءاللہ''۔

امام احمد رضا پر جدید اسلوب میں نئی نئی جہات پر کام کرنے کے حوالے سے سید صاحب، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سے حد درجہ متاثر تھے، وہ ڈاکٹر صاحب کا جب بھی ذکر کرتے، زبردست خراج پیش کرتے ...... چنانچہ سالنامہ معارف رضا کے شمارہ ۱۹۸۵ء کے اداریہ میں لکھتے ہیں:

''پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب پچھلے پندرہ برسوں سے امام احمد رضا پر تحقیق کر رہے ہیں اور اب تک درجنوں کتابیں اور سیکڑوں مقالات منظر عام پر لا چکے ہیں۔ (وہ) ان ہی محققین و دانشوروں کی صف اول میں شمار کیے جاتے ہیں جو کسی حال حقیقت سے روگردانی نہیں کر سکتے۔ پروفیسر صاحب کی شخصیت اہل علم وفن کے لیے مثالی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا قلم بہت محتاط، حقیقت سے قریب تر اور دلائل و شواہد کے انبار سے پوری طرح لیس ہے، یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا خاں پر ان کی تحقیق کا تمام طبقہ ہائے فکر میں بڑا ہی احترام کیا جاتا ہے''۔

سید صاحب نے اپنے قائم کردہ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے پلیٹ فارم سے امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات کو یونیورسٹیوں، اعلیٰ عدالتوں، سرکاری اداروں، فوجی افسران اور دیگر اہل علم و دانشوروں تک جس احسن انداز میں پہنچایا،

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بھی اس کے معترف تھے...... چنانچہ جب سید صاحب کا وصال ہوا تو ان کے فرزند سید محمد اویس قادری کے نام تعزیتی مکتوب میں لکھا:

"آپ کے والد صاحب کی جدائی کا غم ناقابل بیان ہے۔ جب ہمارا یہ حال ہے تو آپ کا اور والدہ صاحبہ کا کیا حال ہوگا۔ جب خیال آتا ہے دل غم میں ڈوب جاتا ہے۔ ۲۸/ اور ۲۹/ دسمبر ۱۹۹۱ء کو ادارے میں (آخری) ملاقاتیں رہیں۔ ۳۰/ دسمبر کو میں سکھر روانہ ہوا اور وہ ۲/ جنوری کو اسلام آباد روانہ ہوئے۔ یکم جنوری کو انہوں نے شاید اپنی زندگی کا آخری خط مجھے لکھا جو ۲/ جنوری کو ڈالا اور یہاں ۱۱/ جنوری کو ملا۔ سکھر آنے کے بعد ۲/ جنوری کی رات کو اچانک دم گھٹنے لگا۔ رات ۲/ بجے تک یہ کیفیت رہی، پھر میں سو گیا۔ صبح ۱۱/ بجے کے قریب معلوم ہوا کہ سید صاحب ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! یقین نہ آتا تھا۔ کراچی فون کر کے تصدیق کی تو دل بیقرار ہو گیا اور آنسو جاری ہو گئے کیا معلوم تھا کہ ۲۹/ دسمبر کی ملاقات آخری ملاقات تھی۔ وہ ایک عظیم انسان تھے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے مشن کے لیے اپنی جان کی قربانی دے دی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجے بلند فرمائے۔ آمین! انہوں نے ۱۹۸۰ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا بنایا۔ پھر اس کو پروان چڑھایا' اعلیٰ حضرت کے نام کو یونیورسٹیوں، عدالتوں میں اعلیٰ فوجیوں اور افسروں میں روشن کیا۔ اس سال ۱۹۹۱ء

کراچی، لاہور، اسلام آباد میں بین الاقوامی کانفرنسیں کرا کے اپنے لگائے ہوئے درخت کی بہار بھی دیکھ لی۔ انہوں نے ادارے کے لیے ایسے ساتھی تلاش کر لیے جو ان کے کام کو ان شاء اللہ تعالیٰ اور آگے بڑھائیں گے اور ان کے نام کو زندہ رکھیں گے"۔

امام احمد رضا پر جدید تحقیق اور نت نئ پیش رفت کے حوالے سے سید صاحب ساری زندگی ڈاکٹر صاحب سے برابر رابطے میں رہے، اپنی ہر بات ان سے شیئر کرتے، ہر کام میں ان سے مشاورت کرتے...... چونکہ ڈاکٹر صاحب اپنی ملازمت کے حوالے سے زیادہ تر اندرون سندھ تعینات رہے' سید صاحب ٹیلی فون اور خطوط کے ذریعے رابطہ کرتے رہتے...... امام احمد رضا پر کام کے حوالے سے ان کے درمیان جو مراسلت ہوئی وہ "مکتوبات مسعودی" میں دیکھی جا سکتی ہے جس سے ان حضرات کی امام احمد رضا اور ان کے مشن فروغ عشق رسول ﷺ سے قلبی لگاؤ اور آپسی محبت وعقیدت خوب عیاں ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ سید صاحب کو امام احمد رضا سے بے انتہا عقیدت ومحبت تھی اور یہی محبت ان کے عشق رسول ﷺ کا ذریعہ بنی جس کی بدولت ۱۹۹۱ء میں حاضری در اقدس اور سعادت حج سے بہرہ مند ہوئے اور اسی محبت سے سرشار ۳ رجنوری ۱۹۹۲ء کو یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے چلے گئے کہ

جان دے دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مآخذ

ا......علامہ عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان، لاہور

۲......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، گناہ بے گناہی، کراچی

۳......سید ریاست علی قادری، امام احمد رضا کے نثری شہ پارے، کراچی

۴......مولانا شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفاء، بمبئی

۵......صوفی عبدالستار طاہر نقشبندی، مکتوباتِ مسعودی'

امام احمد رضا پر تحقیق کے رہنما نکات، کراچی

۶......محمد عبدالستار طاہر نقشبندی، مکتوبات مسعودی' غمنامے وتعزیت نامے، کراچی

۷......وجاہت رسول قادری' پروفیسر مجید اللہ قادری،

''صاحبِ فیض رضا'' یادگاری مجلّہ، کراچی

۸......صاحبزادہ سید محمد زین العابدین راشدی، انوار علمائے اہل سنت سندھ، کراچی

۹......منظور حسین جیلانی، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء، کراچی

۱۰......منظور حسین جیلانی، مجلّہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء، کراچی

۱۱......سالنامہ معارف رضا، شمارہ ۱۹۸۵ء، کراچی

۱۲......سالنامہ معارف رضا، شمارہ ۱۹۹۲ء، کراچی

۱۳......آر۔بی۔مظہری، جہان مسعود، کراچی

۱۴......ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری، تجلیاتِ نوری، کراچی

۱۵......ماہنامہ القول السدید، لاہور، شمارہ مارچ ۱۹۹۲ء

۱۶......روزنامہ جنگ، کراچی شمارہ ۴رجنوری ۱۹۹۲ء

۱۷......روزنامہ نوائے وقت، کراچی شمارہ ۴رجنوری ۱۹۹۲ء

ہمارے سید صاحب!

از......محمد امتیاز فاروق

(فنانس سکریٹری، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا)

دنیا میں انسانوں کا آنا جانا برابر لگا ہے۔ کون آیا! کون گیا! کوئی پوچھنے والا نہیں، ہاں مگر جنہوں نے دنیا میں رہ کر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیاروں کی محبت میں زندگی گزاری، لوگ انہیں ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ ہمارے سید صاحب قبلہ حضرت مولانا سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (بانی، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا) کی شخصیت ایسی ہی ہستیوں میں سے ایک ہے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم عاشق صادق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں گزاری اور افکارِ امام احمد رضا کا عالمی سطح پر اس قدر خلوص سے چرچا کیا کہ آج جہاں امام احمد رضا کا چرچا ہو رہا ہے وہیں ہمارے سید صاحب کا بھی ذکر ہوتا ہے۔

مجھے بحثیت آفس سکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ان کے ساتھ چند برس گزارنے کا شرف ملا۔ عاجزی، انکساری، سادگی اور نرم گوئی ان کی شخصیت کے نمایاں وصف تھے۔ سید صاحب ہر ایک کی خدمات کا کھلے دل سے برملا اعتراف کرتے، ہر کسی کی چھوٹی سے چھوٹی کاوش کو بھی سراہاتے اور حوصلہ افزائی کیا کرتے۔ راقم الحروف سے خصوصی محبت فرماتے۔ ادارے کے

آفس میں جب بھی آتے، بے انتہاء شفقت سے پیش آتے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی حوصلہ افزائی فرماتے، یہی وجہ تھی کہ مجھ سمیت ادارے سے منسلک تمام لوگ ان سے محبت کرتے تھے۔

سید صاحب کو تعلیماتِ امام احمد رضا کو دنیا بھر احسن طریقے سے پہنچانے کا جنون سا تھا اور اسی جنون کی تسکین کے لیے انہوں نے ۱۹۸۰ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کی بنیاد رکھی...... پھر اپنے مخلص احباب کے تعاون سے اس ادارہ کو پروان چڑھایا...... سالنامہ معارف رضا کا اجراء کر کے اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت کے نام اور ان کے دینی و علمی کارناموں کو ہر طبقہ ہائے زندگی میں متعارف کرایا...... وہ ہر سال ''امام احمد رضا کانفرنس'' کا انعقاد بھی کراتے جس میں ملک کے ممتاز اہل علم و دانشور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے حوالے سے علمی و تحقیقی مقالات پیش کیا کرتے۔ انہوں نے ۱۹۹۱ء میں کراچی، لاہور اور اسلام آباد میں ''انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنسیں'' بھی منعقد کیں جو کہ صرف انہی کے قائم کردہ ادارہ کا اعزاز ہے۔

اگرچہ سید صاحب ۱۹۹۲ء میں ہم سے جدا ہو گئے مگر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ان کی ایک عظیم علمی نشانی ہے۔ الحمدللہ سید صاحب کا لگایا ہوا یہ پودا خوب پھل پھول رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سید صاحب کے درجات بلند فرمائے، اور ان کے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

جسٹس میاں محبوب احمد

(چیف جسٹس، لاہور ہائیکورٹ، لاہور)

دنیا میں بہت سے وجود ایسے ہوتے ہیں جو اپنی اثر پزیری اور پاکیزہ تاثر کی صفات حسنہ سے متصف ہوتے ہیں۔ ان کی فکر و نظر اور اداء اعمال ایک یادگار اور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی قبیل کی ایک نامور شخصیت مولانا ریاست علی قادری مرحوم تھے۔

زندگی میں میری ان سے ایک ہی مختصر ملاقات ہوئی۔ کراچی میں ''امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس'' میں سید صاحب موصوف میزبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ ان کی گفتگو جامعیت، افکار کی پختگی اور آداب مجلس کا باوقار مظاہرہ نہایت متاثر کن تھا۔ نبی رحمت سید عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر اقدس پر ان کی آنکھوں کا بار بار ستارہ بار ہو جانا اور ادب میں گم یہ وجود سراپا عشق بنا بیٹھا تھا اور اہلِ مجلس کو قرینہ محبت کا درس دے رہا تھا۔

دعا ہے کہ حضرت سید صاحب، اللہ جل مجدہ الکریم کے جوار رحمت میں فردوسِ اعلیٰ کے مکین ہوں۔

(یادگاری مجلہ سیّد ریاست علی قادری، مطبوعہ ۱۹۹۲ء، کراچی، ص ۶۱)